www.urducouncil.nic.in

دسمبر 2024 ، قیمت :- 15 ₹

ماہنامہ

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ اردو دنیا

Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے: اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 25 روپے، سالانہ: 240 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

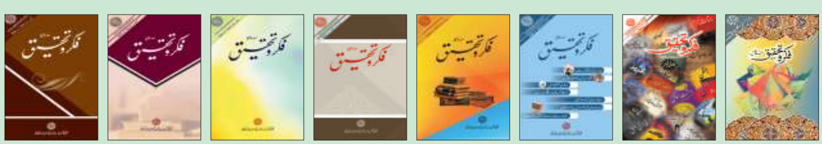

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندوستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159

E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

بچوں کی دنیا

جلد: 12 شمارہ: 12 دسمبر 2024

مدیر : ڈاکٹر شمس اقبال

نائب مدیر : ڈاکٹر عبدالباری

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
وزارتِ تعلیم ـ محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی-110025
فون: 49539000
شعبہ ادارت: 49539009-11
ای میل
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in
ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: / 15 روپے، سالانہ /145 روپے

▪ اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت
ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم
نئی دہلی - 110066
فون: 26109746

ای میل: sales@ncpul.in

علاقائی مرکز: 22-7-110، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 5-1، پتھر گٹی، حیدر آباد -500002
فون: 040-24415194

اس شمارے میں

اداریہ — مدیر — 04
ڈاک خانہ — قارئین — 05

مضامین

برطانیہ عظمیٰ — انصاری حفیظ الرحمن — 07
وہ حقوق جو ہر بچے کو ضرور جاننا چاہیے — سید حیات باشاہ — 11
موبائل نہیں، کتابیں دیں — ظفر الاسلام — 15

نظمیں

اللہ میاں سوتے ہی نہیں — راشد جمال فاروقی — 19
پیڑ — فراق جلال پوری — 20
جنم دن — امان الحق بالاپوری — 21
بادل — شمیم انجم وارثی — 22
بچے — شمس النسا کرن — 23
میرا بچپن — ٹی این بھارتی — 24
بچپن کا زمانہ بیت گیا — محمد مصطفی — 25

مکالمہ

عوامی لائبریری: علم کا خزانہ بھی اور تفریح کا ذریعہ بھی — روحینہ کوثر سید — 26

کہانیاں

ایک تھی آنٹی — محمد رفیع انصاری — 30
مزیدار بھول — محمد داؤد — 32
ننھے عاصم بڑے ہو گئے — زیبا فاروقی — 34
کالی مچھلی کے دل میں کیا ہے — زیب النساء — 38
حسن کامل کی تلاش — روبینہ — 40
حسن کی بلی — شاداب ابراہیم — 43

قسط وار ناول

جنگل کی کہانی / رمیش نارائن تیواری — مترجمہ: زینت شہریار — 47

صحت

سیب کس قدر مفید — محمد خلیل — 53

سائنس

مچھر مار ریکٹ — عبدالبدیع — 55

کہکشاں

چمن چمن کے پھول — 57

واقفیت عامہ

تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات — 58

ننھے فنکار

پینٹنگ — 59

پیارے بچو! لائبریری سے تو آپ واقف ہی ہوں گے، لائبریری انگریزی زبان کا لفظ ہے اور اردو میں اسے کتب خانہ کہا جاتا ہے، لائبریری میں مختلف موضوعات کی کتابیں، رسائل، اخبارات، مقابلہ جاتی اور حوالہ جاتی کتابوں کا ذخیرہ ہوتا ہے جسے سلیقے سے ترتیب وار رکھا جاتا ہے تاکہ مطالعہ کرنے والوں کو کتابوں کی تلاش میں دشواری پیش نہ آئے۔ لائبریری کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہاں ایک موضوع پر کئی کتابیں مل جاتی ہیں اور کچھ ایسی نایاب کتابیں بھی وہاں ہوتی ہیں جن

کا بازار میں ملنا بہت مشکل ہوتا ہے، اسی طرح مختلف زبانوں کی ڈکشنریاں اور انسائیکلوپیڈیاز وغیرہ بھی بآسانی وہاں دستیاب ہوجاتی ہیں، لائبریری کا ماحول بہت ہی پرسکون اور مطالعے کے قابل ہوتا ہے، معاشرے میں کتاب کلچر کو فروغ دینے میں لائبریری کی اہمیت و افادیت اپنی جگہ مسلم ہے، کسی بھی معاشرے کی ترقی میں لائبریری اہم رول ادا کرتی ہے، اسکول اور کالج کے بعد لائبریری تعلیم حاصل کرنے کا بے حد اہم ذریعہ ہے، اسکول اور کالجز میں تو زیادہ تر نصابی کتابوں پر توجہ دی جاتی ہے اور اسی سے متعلق سوالات و جوابات کیے جاتے ہیں لیکن لائبریری میں مختلف طرح کی کتابیں رہتی ہیں جس کی وجہ سے ہر قاری کو اپنی پسند کی کتابیں وہاں مل جاتی ہیں۔

بچو! لائبریری کی تاریخ بہت پرانی ہے اور اس کی اہمیت و ضرورت ہر زمانے میں رہی ہے، لائبریری علمی سرمائے کی حفاظت کا بھی اہم ذریعہ ہے، اس کے ذریعے سیکڑوں سالہ قدیم کتابیں محفوظ رہتی ہیں اور علمی و فکری سرمایہ ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتا ہے، اگر لائبریری نہ ہوں تو کتابوں کی حفاظت اور اس کی بقا مشکل ہوجائے گی اور ہزاروں سالہ قدیم کتابیں ضائع ہوجائیں گی۔ بچو! کتاب سے دوستی ہر حال میں ضروری ہے، ٹیکنالوجی کے دور میں لوگ کتابوں سے دور ہوتے جارہے ہیں اور زیادہ تر وقت الیکٹرانک آلات میں مصروف رہتے ہیں ایسے وقت میں اپنے آپ کو کتابوں سے جوڑکر رکھنا اور کتابوں کے مطالعے کے لیے وقت نکالنا بے حد ضروری ہے، اگرچہ آن لائن تمام طرح کی کتابیں بآسانی مل جاتی ہیں لیکن کتابوں کے مطالعے کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں پڑھی گئی باتیں جلد سمجھ میں آتی ہیں اور دیر تک یاد رہتی ہیں، اس لیے کتاب کی اہمیت جتنی پہلے تھی اتنی آج بھی ہے۔

پیارے بچو! اکثر لائبریریوں میں آپ کے بیٹھنے اور پڑھنے لکھنے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ آپ وہاں سکون سے اپنی تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھ سکیں، آج کل آپ لوگوں کی دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے لائبریری میں کئی طرح کے پروگرام بھی منعقد کیے جاتے ہیں تاکہ آپ مختلف میدان میں اپنے علمی جوہر دکھا سکیں، جیسے بچوں کے لیے ڈرامے، مضمون نویسی، تقریری و تحریری مقابلہ اور کیریئر گائیڈنس کے متعلق بھی معلومات فراہم کی جاتی ہیں، دسمبر 2024 کے شمارے میں عوامی لائبریری کے عنوان سے لائبریری کی اہمیت و افادیت پر بہت ہی اہم مضمون شائع کیا جارہا ہے، اس کے مطالعے سے لائبریری سے متعلق آپ کی معلومات میں اضافہ ہوگا اور اس کی موجودہ وقت میں کیا اہمیت ہے اسے بھی جان پائیں گے۔

آپ کا

شمس اقبال

قارئین

ڈاک خانہ

رحمانی پبلک اسکول، رحمانی نگر تیوسا، کشن گنج، بہار

بچوں کی دنیا ایک دنیا ہوتی ہے جو الگ ہی ماحول رکھتی ہے۔ رسالہ 'بچوں کی دنیا' جہاں بچوں کے مزاج سے مطابقت رکھتا ہے یعنی ان کی دلچسپی کا سامان مہیا کرتا ہے وہیں بچوں کو بڑا بننے کا حوصلہ بھی عطا کرتا ہے۔ کبھی تاریخ کے پنوں سے دلچسپ واقعات و شخصیات کو اپنے قیمتی اوراق کی اوران کی زینت بناتا ہے تو کبھی نت نئے انکشافات کو بچوں اور بڑوں سے متعارف کراتا ہے۔

'بچوں کی دنیا' نومبر کے شمارے میں ماضی تا حال سے متعلق آپ کو تحریریں ملیں گی۔ جیسے بانو سرتاج کی حقیقت پر مبنی 'برف کا آدمی: ییتی (Yeti)' کہانی ہے۔ یہ کہانی معلوماتی کے ساتھ دلچسپ بھی ہے کیونکہ بچوں کا مزاج ہے جنگلوں، پیڑ پودوں، پانی میں کھیلنا، جانوروں اور عجیب الخلقت مخلوقات سے محظوظ ہونا۔ بانو سرتاج کی یہ کہانی اسی نوعیت کی ہے جس کا تعلق ایجاد و انکشاف سے ہے۔ سیدہ نوشاد بیگم کی تحریر بچوں کو حوصلہ دینے والی ہے جو ایسی شخصیت یعنی مولانا ابوالکلام آزاد پر لکھی گئی ہے جو بیک وقت کئی جہات کو محیط ہے۔ صحافی، شاعر، سیاست داں، انشا پرداز اور مفسر قرآن تھے۔ گویا آزاد کی شخصیت مختلف المزاج افراد کو متاثر کرنے والی ہے۔ جن افراد کو تاریخ سے دلچسپی ہے یا وہ بچے جو بادشاہتوں، سلطنتوں کی کہانیاں جاننا چاہتے ہیں۔ ان کے لیے رئیس صدیقی کی تحریر 'بیگم حضرت محل' بڑی دلچسپ ہے جو مغلوں، انگریزوں اور 1857 کے آس پاس کے ماحول کو اختصار سے بیان کرتی ہے۔ اس طرح سے بچوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے عظیم اقبال کی تحریر 'ڈرومت' ہے۔ شمیم احمد مدنی کی تحریر 'کچھ وقت کے بارے میں' ہے جو متعدد ماہرین کی آرا پر مشتمل ہے۔ 'مایوس آنکھوں میں امید کا دیا'، گلشن مسرت کی تحریر ہے جو حادثات، وبائی امراض اور کووڈ جیسی مہلک بیماری سے متعلق ہمدردانہ تحریر ہے۔

'بچوں کی دنیا' رسالے میں ذائقہ بدلنے کے لیے

بھی تحریریں ہوتی ہیں جیسے ’مربے کا ڈبہ، ایگری کلچر، تاج محل، ماں، چراغ، چڑیارانی اور بہنیں نظمیں ہیں جسے شاہد جمیل، بسم اللہ عدیم، وزیر عالم، شیدا بگھونوی، عبدالمنان صمدی، درخشاں انجم اور پروین بیگم نے لکھا ہے۔ بلیوں سے بچوں کو خاص دلچسپی ہوتی ہے۔ ایک کہانی شیریں نیازی کی ’پوسی ماں‘ ہے۔ اسی طرح ایجادات سے متعلق ضیاء الحسن کی تحریر ’منا ہیلی کا پٹر‘ ہے۔ ان کے علاوہ بھی چند تحاریر ہیں جو دلچسپی سے خالی نہیں۔ بچوں کی دنیا کا ہم بڑی شدت سے انتظار کرتے ہیں اور حاصل ہونے پر گھر کے بچوں کے ساتھ ساتھ بڑے بھی بڑے اہتمام وشوق سے پڑھتے ہیں۔ خدا کرے یہ رسالہ ترقی کی منزلیں طے کرتا رہے۔

رانیہ خان، ایم 109، فرسٹ فلور، ابوالفضل، انکلیو، نئی دہلی، 25

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان کا ماہنامہ ’بچوں کی دنیا‘ شمارہ نمبر 11 موصول ہوا۔ یہ رنگین گیٹ اَپ کے ساتھ جاذب نظر اور اعلیٰ معیار کا رسالہ ہے، اس کی قیمت بھی برائے نام ہے۔ میں اپنی لخت جگر 10 سالہ امامہ رشید کے لیے منگواتا ہوں، وہ بڑے شوق سے مطالعہ کرتی ہے اور پسندیدگی کا اظہار کرتی ہے۔ نومبر کے اس شمارے میں برف کا آدمی، ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد، ڈرومت، کچھ وقت کے بارے میں اور مایوس آنکھوں میں امید کا دیا معلوماتی مضامین ہیں۔ آخری صفحات بچوں کی ڈرائنگ کے لیے مختص ہیں۔ تاریخی سائنسی اور ثقافتی معلومات کے لیے 20 سوالات کا ایک صفحے بھی ہے جس میں سوال پوچھے گئے ہیں اور دوسرے صفحہ پر ان کے جوابات دیے گئے ہیں۔ بچوں کی نفسیات کے مطابق اگر کیریئر سازی کا بھی ایک مشاورتی صفحہ اس رسالے میں جوڑا جائے تو بہت مفید رہے گا۔ ماشا اللہ کمپیوٹر کمپوزنگ اور فوٹو پیپر کی بدولت جاندار رسالہ محسوس ہوتا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ رسالہ بھی اور اردو زبان بھی دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے، آمین!

عبدالرشید ٹھوکر، استاد ہائر سیکنڈری سکول قمر، ویری ناگ جموں وکشمیر

اکتوبر 2024 کا دیدہ زیب شمارہ موصول ہوا۔ مشمولات خوب سے خوب تر ہیں بالخصوص کہانیوں میں میلہ اور تدبیر میں بچوں کی نفسیات، ان کی ضد، بڑوں کے سمجھانے پر ان کا مچلنا، ناراض ہونا ان معصوم بچوں کو منانے اور راضی اور خوش رکھنے کے لیے بڑوں کی مجبوریاں، معاشی حالات سے لڑتے ہوئے تدابیر وغیرہ کو مؤثر انداز میں پیش کیا گیا۔ کہانی بچوں کی دنیا کو اسم بامسمیٰ؛ کہا جاسکتا ہے جو ادب اطفال کا اتنا خوبصورت رسالہ انتہائی کم قیمت پر ہر ماہ پابندی سے دستیاب ہوجاتا ہے۔ نہایت پرلطف انداز میں ایک غریب مزدور کے دل میں بچوں کی تعلیم و تربیت اور ذہنی آبیاری میں علم اور مطالعے کا کتنا اہم رول سمجھایا گیا ہے۔ روسی کہانی کا ماشا کا بستر بھی خوب ہے اور بچوں کے ننھے اذہان پر یہ ثبت کرنے والی ہے کہ اپنا گھر اور اپنا بستر جو ہمیں میسر ہے وہی سب سے بہتر ہے ہر حال میں صبر وشکر اور قناعت کا درس دیا گیا ہے۔ نظموں میں میٹھی زبان اردو، پنکھا ترانہ سائنس پسند آئیں۔ سبھی قلمکار لائق مبارکباد ہیں منکی پاکس، جنرل نالج پر مبنی معلومات سب لائق ستائش ہیں۔

رحیم رضا، سہ ماہی ترجمان اطفال، یاول مہاراشٹر

انصاری حفیظ الرحمن

برطانیہ عظمیٰ

برطانیہ عظمیٰ کی تشکیل: 1801 میں ویلس (Wales) اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کا الحاق کر کے برطانیہ عظمیٰ کی تشکیل کی گئی۔ مورخین نے برطانیہ عظمیٰ میں تین مختلف خاندانوں کے تسلط کا ذکر کیا ہے (الف) رومن عہد یا خاندان (ب) ٹیوڈورس (ج) وکٹورین عہد یا خاندان۔

رومن عہد: آلس پلاٹیس (Aulus Platius) نامی فوجی کمانڈر نے ہوس ملک گیری میں برطانیہ پر حملہ کیا۔ آج 2024 سے 1981 برسوں پہلے یعنی 0043 میں آلس پلاٹیس ہی نے لندن بسایا تھا اور مختلف امور میں قابلِ قدر اصلاحات کی تھیں۔ آپ نے لینڈی نیم (Landinum) کو اپنا دارالخلافہ بنایا تھا۔ ان دنوں برطانیہ کی خاص رومن آبادی 45000 تھی۔

ٹیوڈورس خاندان: 1485 میں ہینری ٹیوڈور نے یارک (York) کے بادشاہ ہینری سوم کا تختہ الٹ کر حکومتِ ٹیوڈور قائم کی تھی۔ 1598 میں جان اسٹو نامی شاعر اور حکومت کے اہم مشیر نے اس خاندان کے لیے بے شمار قصیدے لکھے تھے۔

اس خاندان نے برطانیہ پر 118 سال تک حکومت کی تھی۔ اس دوران وہائٹ ہال کی تعمیر ہائیڈ پارک رچمنڈ پارک اور ریجنٹ پارک کی تزئین کاری، ٹیمز کے ساحل پر گلوبل نامی تھیٹر اور اوپیرا ہاؤس کا انعقاد اور دیگر اصلاحات کی طرف یہاں کے بادشاہوں نے خصوصی توجہ کی تھی۔ 1566 میں انٹرنیشنل ایکس چینج (International Exchange) میں مواصلاتی نظام میں زبردست اصلاحات کی گئیں۔ ہینری ہشتم کے متعلق مبصرین اور مورخین کی رائے ”آپ کے جیسا فہم و ادراک میں یکتا، بہادر اولوالعزم، جنگی چالوں سے جنگوں کا نقشہ پلٹ دینے والا فوجی کمانڈر آج

ولی عہد کی چاہت میں آپ نے کئی شادیاں کیں، لیکن اللہ رب العزت نے ان کی قسمت میں ولی عہد نہیں لکھا تھا۔آپ الزبیتھ اوّل کے والد اور ملکہ این بولین ملکہ کی والدہ تھیں۔

وکٹورین عہد (Victorian Period)

کوئین میری اوّل: علم وفن، فہم وادراک تدبر، زبردست قوت ارادی اور قوت فیصلہ جیسے اوصاف والی اس ملکہ نے 1509 سے 1545 تک برطانیۂ عظمیٰ پر حکومت کی تھی۔

ملکہ الزبیتھ اوّل: آپ ملکہ میری اوّل کی سوتیلی بہن تھیں۔ آپ کی والدہ کا نام ملکہ این بولین اور والد کا نام ہینری ہشتم تھا۔آپ کی کئی سوتیلی مائیں بھی تھیں۔

ملکہ الزبیتھ کافی ذہین اور فہم وادراک کے اوصاف والی ملکہ تھیں۔ آپ 21 اپریل 1926 کو پیدا ہوئیں۔ انتقال سے پہلے آپ گوڈرن براؤن کی سب سے اہم مشیر تھیں۔ آپ کا پورا نام الزبیتھ زنڈر میری تھا۔آپ کے شوہر کا نام پرنس فلپ ہے جو ڈیوک آف ایڈن برگ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔آپ 17 بروٹین اسٹریٹ لندن میں رہتی تھیں۔ بکنگھم پیلس (شاہی محل) شاہی خاندان کی رہائش گاہ تھیں۔آپ کی چار اولادیں اور آٹھ پوتے پوتیاں تھیں۔اس خاندان کی بہو 'لیڈی ڈائنا' کا کار کے ایک حادثے میں انتقال ہوگیا تھا۔گرمیوں کے زیادہ تر ایام آپ بکنگھم پیلس میں نہ رہ کر ڈیوک آف ونڈسر کے قلعۂ محل میں رہتی تھیں کیونکہ یہ قلعہ و محل ایک سرسبز و شاداب علاقہ میں ہے۔

برطانیہ عظمیٰ کی بیشتر تعمیرات (خاص طور سے بکنگھم پیلس، ویسٹ منسٹر ایبے، سینٹ پال کیتھڈرل (Cent Paul's Cathederal) ۔ مندرجۂ ذیل انجینئرس آرکی ٹکٹ اور ان کے نائب کو اہل برطانیۂ عظمیٰ مدتوں یاد رکھیں گے:
(الف) جوزف بازالگٹ (ب) جان نیش (ج) وزفیکس اور (د) کرسٹوفر رین (Christopher Wren) وغیرہ۔ انھوں نے وکٹورین عہد کو عہد زریں بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

شاہی محل (Bukingham Palace)

قلب لندن میں واقع یہ شاہی محل گذشتہ کئی صدیوں سے رائل خاندان کی رہائش گاہ رہی ہے۔ آہنی صدر دروازے سے اندر داخلہ ملتا ہے۔ شاہی محل آرائش و زیبائش، حسن انتظام، نقش ونگار، تعمیر، اشیا کا حسنِ ترتیب باغات خواب گاہیں غرض کہ ان تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ سالانہ کئی ملین سیاح شاہی محل اور برطانیہ کی عظیم تفریح گاہیں دیکھنے کے لیے برطانیہ عظمیٰ کا رخ کرتے ہیں۔ برطانیہ عظمیٰ میں موسم خزاں، بہار، سرما اور گرما یہ چار موسم ہوتے ہیں: مئی، جون اور جولائی خصوصاً گرمی کے موسم ہیں۔ ان دنوں میں ملکہ عالیہ (ملکہ الزبیتھ) اپنے رشتے داروں اور مصاحبین کے ساتھ پرفضا وادی ڈیوک آف ونڈسر کے قلعہ و محل میں رہائش پذیر ہوتی تھیں۔ اس دوران مندرجہ ذیل علاقے سیاحوں کے لیے کھول دیے جاتے ہیں۔ قدم قدم پر سی سی ٹی وی کیمرے، تمام حرکات وسکنات فلم بند کرتے رہتے ہیں۔ (الف) پرائیویٹ بیڈروم اور استراحتی کمرے (ب) خوبصورت باغات گزرگاہیں اور عبادت گاہیں (ج) عبادت گاہ پورے Campus میں سیکیوریٹی اہل کار چاق و چوبند نظر آتے ہیں۔ باوردی فوجیوں کو گھوڑوں پر اور پیدل پریڈ دیکھنے

کے لیے سیاح گھنٹوں قطاروں میں انتظار کرتے رہتے ہیں۔ یہ فوجی سروں پر ریچھ کے بالوں سے بنی خوبصورت ٹوپی پہنے نظر آتے ہیں۔ انھیں سی ڈی اور ڈی وی ڈی میں قید کرکے مختلف اسٹالوں پر فروخت کے لیے رکھ دیے گئے ہیں۔ شاہی باورچی خانہ، اسلحہ جات، جانداروں کے بھس بھرے، پتلے دیوانِ خاص، سوئمنگ پول، عطر بیز حوض، خوشنما سبزلان، پھولوں کے تختے، شاہی چرچ، سونے چاندی کے زیورات، بگھیاں، ٹم ٹم ان کے علاوہ ملکہ ایڈورڈ، بادشاہوں کے قدآدم پورٹریٹ، رسم تاجپوشی اور فتوحات کی داستانیں پڑھی اور دیکھی جاسکتی ہیں۔

برطانیہ عظمیٰ میں اسکوئر کا مطلب چوک لیا جاتا ہے۔ چنانچہ ٹرافالگر اسکوئر لندن کا مشہور چوک ہے جہاں ہر قوم و ملت کے کئی ملین سیاح برطانیہ عظمیٰ کا رخ کرتے ہیں۔ یہ اور اسی طرح کی دیگر تفریحی سیر کے لیے آتے ہیں۔

ٹرافالگر اسکوئر کا ماضی

قلب لندن میں واقع یہ مشہور تفریح گاہ ہم سب کو امیرالبحر (بحری کپتان) لارڈ نیلن کی یاد دلاتی ہے۔ سالہا سال تک بے مصرف یہاں کی خالی زمین آج (2024) بھی برطانیہ عظمیٰ کی معیشت میں نمایاں کام انجام دے رہی ہے۔ چودہویں صدی عیسوی سے سترہویں صدی تک یہ زمین بطور رائل میوز اصطبل Royal Mews Stables یعنی رائل فیملی کے گھوڑوں کا اصطبل تھی۔ 19ویں صدی کے آغاز میں ماہر آرکی ٹیکٹ جان نیش اور سی ایچ بیری کو اس علاقے (اصطبل) کی جدید کاری کی ذمے داری دی گئی تھی۔ ماہرین نے 1820 میں جدید کاری شروع کروا دی تھی۔ 1830 میں اسی Campus میں نیشنل گیلری کا قیام عمل میں آیا۔ یہاں مشاہدے کے لیے اتنی چیزیں ہیں کہ بلاشبہ اسے آل ان ون کہا جاسکتا ہے۔ ایک ویران علاقہ اب خوشنما باغات، رنگین فواروں، مجسمے، کیسنو (Casino)، پب (شراب خانے)، شاپنگ اور گفٹ مال، شاندار ہوٹل، گولف کلب، اسپورٹس کلب، جم، خوبصورت چمکدار سڑکیں، فٹ پاتھ اور جگہ جگہ اہم

شخصیات کے مجسمے اس علاقے کو لازوال حسن عطا کر رہے ہیں۔ اس جگہ فلیش کیمروں اور پرائیویٹ فوٹو گرافر کو ذرا سا بھی آرام میسر نہیں ہوتا۔

کیپ ٹرافالگر کی بحری جنگ

لارڈ نیلسن برطانیہ کا ذہین بحری کمانڈر تھا۔ اہل برطانیہ مختلف بحری جنگوں میں فتح کے لیے اس قومی و جنگی ہیرو کے زیرِ بارِ احسان رہیں گے۔ اپنی ذہین جنگی چالوں سے لارڈ نیلسن نے دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیے تھے۔ ٹرافالگر اسکوئر کے ایک وسیع احاطے اور چبوترے پر کئی سو فٹ اونچے ستون پر لارڈ نیلسن کا مجسمہ نصب ہے۔ یہ ستون اور مجسمہ کیپ ٹرافالگر کی جنگ جیتنے کے توسط سے بطور یادگار بنایا گیا تھا۔ یہاں چپے چپے پر اس جواں مرد کی بہادری کے قصے نظر آئیں گے۔ جب تک لارڈ نیلسن زندہ رہے دشمن بحری بیڑے کو برطانوی بحری بیڑے کی طرف نگاہ غلط انداز ڈالنے کی ہمت نہیں تھی۔

ایک وقت ایسا بھی آیا کہ فرانس اور اسپین کے مشترکہ بحری بیڑوں نے برطانیہ کے ساحلی علاقوں پر دخل اندازی کر کے انھیں جنگ کی طرف اکسایا تھا۔ برطانوی جنگوں اور بہادر بحری کمانڈرس (بالخصوص لارڈ نیلسن) کا بھی خون موجیں مارنے لگا تھا۔ حکومت برطانیہ کو لارڈ نیلسن اور ان کے دو قریبی ساتھیوں لارڈ کلیڈرا اور لارڈ کالنگ ووڈ کی شجاعت اور جنگی مہارت پر پورا یقین تھا۔ چنانچہ 21 اکتوبر 1805 کو دشمنوں کے خلاف صف آرا ہونے کے لیے حکومت نے ہری جھنڈی دکھا دی تھی۔ فرانس کے 18 اور اسپین کے 15 بحری بیڑے اس جنگ میں کود چکے تھے۔ سمندر میں کئی دنوں تک آگ خون اور آتشیں گولہ باری کا سماں دیکھا گیا۔ لارڈ نیلسن وکٹری نامی بحری جہاز سے برابر ہدایات دیتے رہے۔ آخر کار زخمی ہو کر شہید ہو گئے۔

جس جگہ لارڈ نیلسن کی یادگار قائم ہے وہاں چبوترے پر 8 فٹ اونچے اور 11 فٹ کانسے کے چار شیروں کا مجسمہ بھی ہے۔ سیاح اور ان کی فیملی اس جگہ شیروں پر بیٹھ کر فوٹو نکلواتے ہیں۔ یہ پورا علاقہ کبوتروں اور قمریوں کے جھنڈ سے بھی مزین رہتا ہے۔

بارنٹ کا قانون: (بارنٹ یعنی میونسپلٹی) 17 اکتوبر 2003 کو لندن بارنٹ نے یہ اور دوسری تفریح گاہوں اور باغات میں، کبوتروں، قمریوں، مرغابیوں، طوطوں، بطخوں کو دانا دنکا دینے اور چوپالوں مثلاً ہرنیں، چمپاتر بندروں، ہپو، وغیرہ کو چارہ، اناج، پاپ کارن میں گوشت کے قتلے ڈالنے کی سخت نوٹس لگا دی ہے۔ خلاف ورزی کرنے والوں پر جرمانہ وصول کیا جاتا ہے۔ اکتوبر 2009 میں برطانیہ میں کیپ ٹرافالگر کی فتح کا دو سو سالہ جشن منایا گیا تھا۔ اس دوران اٹلانٹک سمندر Atlantic اور پورٹ ماؤتھ میں برطانیہ اور حلیف ممالک کے 167 سجے دھجے جنگی جہازوں نے حصہ لیا تھا۔ ملکہ الزبیتھ دوم بھی شریک ہوئی تھیں اور انھوں نے لارڈ نیلسن اور شہیدوں کو خراجِ عقیدت پیش کیا تھا۔

■

Ansari Hafeezur Rahman
Sur. No 76, Flat No - 35
Ansar Colony, (Naya Pura Road)
Malegoan, Distt.: Nasik - 423203
(Maharashtra)
Mob : 9271377399

سید حیات باشاہ

وہ حقوق: جو ہر بچے کو ضرور جاننا چاہیے

پیارے بچو! آپ سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہر انسان کی طرح، آپ کو بھی کچھ خاص حقوق حاصل ہیں۔ یہ حقوق آپ کو محفوظ، خوش حال اور تعلیم یافتہ زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ بچوں کے حقوق کو قانونی اور سماجی دونوں حوالوں سے اہمیت دی جاتی ہے تاکہ ہر بچہ محفوظ رہے، ترقی کرے اور اپنے خوابوں کی تکمیل کر سکے۔ آج ہم ان حقوق پر تفصیل سے بات کریں گے اور دیکھیں گے کہ یہ حقوق کیوں ضروری ہیں اور آپ کے لیے کس طرح کام کرتے ہیں۔

1. تعلیم کا حق: بچو! تعلیم آپ کا بنیادی حق ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر بچہ، چاہے وہ کسی بھی علاقے یا خاندان سے ہو، اسے اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کا پورا حق ملنا چاہیے۔ تعلیم آپ کے بہتر مستقبل کی بنیاد رکھتی ہے۔ اگر آپ اسکول جاتے ہیں، پڑھتے اور سیکھتے ہیں، تو آپ بڑے ہو کر اپنے خواب پورے کر سکتے ہیں۔ آپ جو کچھ بھی بننا چاہتے ہیں، چاہے وہ ڈاکٹر ہو، انجینئر ہو یا کوئی اور پیشہ، تعلیم آپ کو ان مقاصد تک پہنچنے میں مدد دیتی ہے۔

ہندوستان میں حکومت نے تعلیم کو ایک قانونی حق کے طور پر منظور کیا ہے۔ آرٹیکل 21 اے کے تحت، رائٹ ٹو ایجوکیشن ایکٹ 2009 (RTE) نافذ کیا گیا، جس کے مطابق 6 سے 14 سال کی عمر کے بچوں کے لیے تعلیم حاصل کرنا لازمی اور مفت ہے۔ یہ قانون اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ ہر بچہ اسکول جا سکے اور انھیں کسی بھی مالی رکاوٹ کے بغیر تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملے۔

مثال کے طور پر، اگر کسی بچے کے والدین کے پاس اسکول کی فیس ادا کرنے کے لیے پیسے نہیں ہیں، تو حکومت ان بچوں کو مفت تعلیم فراہم کرتی ہے۔ اس کے علاوہ، کئی علاقوں میں سرکاری سکولوں میں مڈ ڈے میل پروگرام کے تحت بچوں کو دوپہر کا کھانا بھی دیا جاتا ہے تاکہ وہ بھوکے نہ رہیں اور اسکول کی تعلیم پر بہتر توجہ دے سکیں۔

2. محفوظ رہنے کا حق: بچو! آپ سب کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ ہر جگہ محفوظ رہیں، چاہے آپ اپنے گھر میں ہوں، اسکول میں ہوں، یا کہیں اور۔ ہر بچے کو جسمانی اور ذہنی تحفظ کا حق حاصل ہے۔ کوئی بھی شخص آپ کو جسمانی یا ذہنی نقصان نہیں پہنچا سکتا، اور اگر کوئی آپ کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے، تو آپ کو فوراً اس بارے میں کسی بڑے یا اپنے استاد کو بتانا چاہیے۔

ہندوستانی قانون میں بچوں کے تحفظ کے لیے کئی سخت قوانین بنائے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک اہم قانون پروٹیکشن آف چلڈرن فرام سیکشوئل آفنسز ایکٹ 2012 (POCSO Act) ہے۔ اس قانون کے تحت بچوں کو ہر قسم کے جنسی استحصال سے بچانے کے لیے سخت اقدامات کیے گئے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی بچے کے ساتھ بدسلوکی یا زیادتی کرتا ہے، تو اسے اس قانون کے تحت سخت سزا دی جاتی ہے۔

مثال کے طور پر، اگر کسی بچے کو اسکول میں یا کسی اور جگہ کسی بڑے یا دوسرے بچے کی طرف سے دھمکی یا بدسلوکی کا سامنا ہوتا ہے، تو وہ اپنے والدین یا اسکول کے کسی ذمے دار شخص کو بتا سکتا ہے، اور اس صورت میں قانونی کارروائی کی جاسکتی ہے تاکہ اس بچے کو انصاف مل سکے اور اسے مزید حفاظت فراہم کی جاسکے۔

3. محبت اور دیکھ بھال کا حق: بچو! ہر بچے کو اپنے والدین، اساتذہ اور سماج کے دیگر افراد سے محبت اور دیکھ بھال حاصل کرنے کا حق ہے۔ یہ حق آپ کو اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ آپ کو زندگی میں ہر قدم پر محبت اور تحفظ ملے گا۔ جب آپ کو اپنے گھر میں، اسکول میں یا کہیں اور محبت اور دیکھ بھال دی جاتی ہے، تو آپ خود کو محفوظ اور خوش محسوس کرتے ہیں۔

ہندوستان میں جووینائل جسٹس ایکٹ 2015 (Juvenile Justice Act) کے تحت بچوں کی دیکھ بھال اور ان کی فلاح و بہبود کے لیے خصوصی اقدامات کیے گئے ہیں۔ یہ قانون اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ اگر کسی بچے کو ان کے والدین یا دیکھ بھال کرنے والے افراد سے محبت اور دیکھ بھال نہ ملے، تو حکومت اس بچے کی حفاظت اور فلاح و بہبود کے لیے قدم اٹھا سکتی ہے۔

مثال کے طور پر، اگر کسی بچے کو اس کے والدین یا سرپرست کی طرف سے نظرانداز کیا جا رہا ہے یا اسے ضروری محبت اور دیکھ بھال نہیں مل رہی، تو وہ قانونی اداروں کی مدد لے سکتا ہے تاکہ اسے صحیح ماحول فراہم کیا جا سکے۔

4. غذا اور صحت کا حق: بچو! اچھی صحت کے لیے متوازن غذا بہت ضروری ہے، اور ہر بچے کو صحت مند زندگی گزارنے کے لیے غذائیت سے بھرپور خوراک کا حق حاصل ہے۔ اس کے علاوہ، آپ کو طبی سہولتوں کا حق بھی حاصل ہے۔ اگر آپ بیمار ہوں یا آپ کو کوئی چوٹ لگے، تو آپ کو فوری اور مفت طبی امداد فراہم کی جانی چاہیے۔

ہندوستان میں حکومت بچوں کو صحت کی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے مختلف پروگرام چلاتی ہے، جیسے کہ انٹیگریٹیڈ چائلڈ ڈیولپمنٹ سروسز (ICDS) پروگرام۔ اس پروگرام کے تحت چھوٹے بچوں کو ضروری ویکسینیشن، غذائیت اور صحت کی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں تاکہ وہ بیماریوں سے بچ سکیں اور صحت مند رہ سکیں۔

اس کے علاوہ، مڈ ڈے میل اسکیم کے تحت سرکاری

اسکولوں میں بچوں کو مفت کھانا فراہم کیا جاتا ہے، تاکہ ان کی غذائیت پوری ہو سکے اور وہ بہتر طریقے سے پڑھائی پر توجہ دے سکیں۔ یہ اسکیم خاص طور پر ان بچوں کے لیے فائدے مند ہے جو غریب خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کے والدین ان کے لیے مناسب کھانا نہیں خرید سکتے۔

5. آزادی اظہار کا حق: بچو! آپ کو اپنی رائے اور خیالات کا اظہار کرنے کا حق حاصل ہے۔ یہ حق آپ کو موقع فراہم کرتا ہے کہ آپ جو سوچتے ہیں، وہ کہہ سکیں۔ اگر آپ کو کسی بات پر اعتراض ہے یا آپ کو کوئی مسئلہ درپیش ہو، تو آپ کو اپنی رائے دینے اور اپنی بات کہنے کا حق ہے۔

آرٹیکل 19 کے تحت ہندوستانی آئین میں یہ حق دیا گیا ہے کہ ہر شہری، بشمول بچے، اپنی رائے اور خیالات کا آزادانہ طور پر اظہار کر سکتے ہیں۔ تاہم، آپ کو دوسروں کی رائے کا بھی احترام کرنا چاہیے اور کوئی ایسی بات نہیں کہنی چاہیے جو دوسروں کو نقصان پہنچائے۔

مثال کے طور پر، اگر آپ کو اسکول میں کسی چیز کے بارے میں مسئلہ ہو، جیسے کہ آپ کو کوئی خاص مضمون مشکل لگ رہا ہو یا آپ کو کسی استاد کی تدریس کا طریقہ پسند نہ آئے، تو آپ کو اس کے بارے میں اپنے استاد سے یا والدین سے بات کرنے کا پورا حق ہے۔

6. کھیلنے اور تفریح کا حق: بچو! آپ سب کو کھیلنے اور تفریح کا حق حاصل ہے۔ کھیلنا نہ صرف آپ کی جسمانی صحت کے لیے ضروری ہے بلکہ آپ کی ذہنی نشو و نما کے لیے بھی بہت اہم ہے۔ کھیلنے سے آپ کی تخلیقی صلاحیتیں بڑھتی ہیں اور آپ میں نئے خیالات آتے ہیں۔

ہندوستانی حکومت نے بچوں کو کھیلنے اور تفریح کرنے کے مواقع فراہم کرنے کے لیے مختلف اقدامات کیے

ہیں۔ سرکاری اسکولوں میں کھیل کے میدان موجود ہوتے ہیں جہاں بچے مختلف کھیلوں میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ، مختلف سماجی تنظیمیں بھی بچوں کو کھیلنے کے مواقع فراہم کرتی ہیں۔

مثال کے طور پر، اگر آپ اسکول میں کرکٹ یا فٹ بال کھیلتے ہیں، تو یہ نہ صرف آپ کی جسمانی صحت کے لیے اچھا ہوتا ہے بلکہ آپ کو اپنی ٹیم کے ساتھ مل کر کام کرنا بھی سکھاتا ہے۔ اس سے آپ کی سوچ اور سمجھ بہتر ہوتی ہے اور آپ خود کو خوش محسوس کرتے ہیں۔

7. **غلط سلوک سے تحفظ کا حق:** بچو! آپ کو ہر قسم کے جسمانی، ذہنی یا جذباتی استحصال سے بچنے کا حق حاصل ہے۔ کوئی بھی شخص آپ کے ساتھ برا سلوک نہیں کر سکتا، چاہے وہ آپ کے والدین ہوں، اساتذہ ہوں یا کوئی اور۔ اگر آپ کے ساتھ کوئی غلط سلوک کرے، تو آپ کو فوراً کسی بڑے یا کسی قانونی ادارے کو اس کے بارے میں بتانا چاہیے۔

ہندوستان میں چائلڈ لیبر پروہیبیشن اینڈ ریگولیشن ایکٹ 1986 (Child Labour Prohibition and Regulation Act) کے تحت 14 سال سے کم عمر بچوں کو کام کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ قانون اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ بچے اسکول جائیں اور ان پر کوئی جسمانی یا ذہنی بوجھ نہ ڈالا جائے۔

اس کے علاوہ، بچوں کو جسمانی اور جنسی استحصال سے بچانے کے لیے پوکسو ایکٹ 2012 بھی موجود ہے، جو بچوں کے ساتھ ہونے والے ہر قسم کے استحصال کے خلاف قانونی کارروائی کی اجازت دیتا ہے۔

8. **برابری کا حق:** بچو! آپ سب کو برابری کا حق حاصل ہے، چاہے آپ کا رنگ، نسل، مذہب یا زبان کچھ بھی ہو۔ کوئی بھی آپ کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کر سکتا اور سب بچوں کو یکساں مواقع ملنے چاہئیں۔

آرٹیکل 14 کے تحت ہندوستانی آئین میں ہر بچے کو برابری کا حق دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ کو دوسروں سے کسی بھی طرح کم نہیں سمجھا جانا چاہیے، اور سب بچوں کو ایک ہی طرح کے مواقع فراہم کیے جائیں۔

اختتامیہ: بچو! یہ سب آپ کے حقوق ہیں، اور یہ حقوق آپ کی زندگی میں بہت اہم ہیں۔ آپ کو اپنے حقوق کے بارے میں آگاہ ہونا چاہیے اور اگر کسی بھی جگہ آپ کے حقوق کی خلاف ورزی ہو رہی ہو، تو فوراً اپنے والدین، اساتذہ یا قانونی اداروں سے مدد حاصل کریں۔ ہندوستان میں آپ کے حقوق کی حفاظت کے لیے کئی قوانین اور ادارے موجود ہیں، اور ان کا مقصد آپ کو محفوظ، خوشحال اور تعلیم یافتہ زندگی گزارنے میں مدد دینا ہے۔

یہ اہم ہے کہ آپ اپنے حقوق کے بارے میں نہ صرف جانیں بلکہ ان کا احترام بھی کریں۔ جب ہر بچہ اپنے حقوق کے بارے میں آگاہ ہوگا، تو ہمارا معاشرہ مزید مضبوط اور خوشحال بنے گا۔

■

Dr. Syed Hayath Basha
Assistant Professor of Education
Aligarh Muslim University Malappuram Centre, Cherukara P.O.
District Malappuram- 679340 (Kerala)
Mob.: 7736338828,
Email :shbasha.mpm@amu.ac.in

ظفرالاسلام

موبائل نہیں، کتابیں دیں

کچھ لوگوں کا خیال ہوگا کہ بچوں کو زبان و ادب سے واقفیت آٹھ یا دس برس کی عمر میں ہوتی ہے لیکن یہ خیال درست نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بچہ جب اپنی ماں، دادی اور نانی کی گود میں سو کر لوریوں کے میٹھے میٹھے بول سنتا ہے تو اسی وقت سے لے، ترنم اور اس کے ساتھ ملتی جلتی آوازیں اس کے دماغ پر اثر ڈالنا شروع کر دیتی ہیں۔ دراصل یہ لوری ایک خاص قسم کی نظم ہوتی ہے، سادہ شیریں اور چھوٹے چھوٹے بولوں سے سجی ہوئی۔ ان لوریوں کو لوگ تقریباً بھلا چکے تھے مگر موبائل انٹرنیٹ اور یوٹیوب نے انھیں پھر سے زندہ کر دیا ہے۔ آج ہم یوٹیوب پر ہزاروں لوریاں اور بچوں کی چھوٹی چھوٹی نظمیں سن سکتے ہیں۔ جیسے

چندا ماما دور کے پوئی پکائے پور کے
آپ کھائے تھالی میں منے کو دے پیالی میں

میں طوطا میں طوطا، ہرے رنگ کا ہوں دکھتا
چونچ میری لال رنگ کی مٹھو مٹھو میں کرتا

لکڑی کی کاٹھی، کاٹھی پہ گھوڑا گھوڑے کی دم پہ جو مارا ہتھوڑا
دوڑا دوڑا، دوڑا دوڑا، دم اٹھا کے دوڑا

بس ایسی ہی چھوٹی چھوٹی نظمیں یا بول بچوں کے ادب کی بنیاد ہیں۔ انگریزی میں ان کو Nursery Rhymes کہتے ہیں۔ ایک برس کی عمر سے ہی بچے موبائل پر اس قسم کی نظمیں دیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اسی عمر میں انھیں طرح طرح کے رنگوں کی گاڑیوں، پھلوں اور جانوروں سے بھی دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔

دو سال تک کے بچے کہانیاں سننے لگتے ہیں اس عمر میں بچوں کے لیے وہ کہانیاں مناسب ہوتی ہیں جن میں بہت سی چیزوں کے نام آتے ہیں جیسے کتّا، بلّی، چوہا، بندر، چڑیا، خرگوش وغیرہ، یا ایسے پھلوں اور سبزیوں کی کہانیاں جن میں ان کے ناموں کو بار بار دہرایا جائے اور وہ تمام آپس میں باتیں کرتے ہوں۔ اسی طرح رنگوں اور ان کے ناموں کو دیکھنا بھی بچے پسند کرتے ہیں، بار بار دیکھنے سے وہ ان رنگوں کو پہچان لیتے ہیں اور کئی نئی چیزوں کے نام سیکھ لیتے ہیں۔ نظم کی طرح چوں کہ اس کی بھی ایک خاص لَے ہوتی ہے لہٰذا وہ انھیں آسانی سے یاد بھی کر لیتے ہیں۔ مثلاً

چڑیا رانی بڑی سیانی، چگتی دانا پیتی پانی
چی چی کرکے دانا کھاتی، پھُر پھُر کرکے وہ اڑ جاتی
نانی تیری مورنی کو مور لے گئے
باقی جو بچا تھا کالے چور لے گئے

جلد ہی بچہ اس عمر سے نکل کر ایسی چیزیں ڈھونڈنے لگتا ہے جن میں Cause اور Effect یعنی سبب اور نتیجہ ہو اور اب وہ موبائل پر چھوٹی چھوٹی کہانیاں اور کارٹون دیکھنے لگتا ہے۔ اس وقت آپ اسے چڑیوں اور جانوروں کی سبق آموز کہانیاں بھی تلاش کر کے دے سکتے ہیں۔ اس عمر میں بچے کو اس بات پر تعجب نہیں ہوتا کہ چوہا اور چڑیا آپس میں بات کرتے ہیں، آگ بولتی ہے اور ندی دوڑتی ہے۔ اس کے نزدیک تمام چیزیں جاندار ہوتی ہیں۔

چار برس کی عمر میں بچے اسکول جانے لگتے ہیں، یہی وہ مناسب وقت ہے کہ ہم کہانیوں میں بچوں کو دنیا کی تاریخ، پرانے رسم ورواج اور اپنی تہذیب سے واقف کرا سکتے ہیں، جن میں نبیوں کے قصے، رامائن کی حکایتیں اور بائبل کی تمثیلیں بچوں کو کارٹون کی شکل میں دکھائی جا سکتی ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ ان کی زبان آسان اور شیریں ہو، اس طرح ہم قصے کی مدد سے بچے کو زندگی کے بہت سے آداب اور طور طریقے سکھا سکتے ہیں۔ مثلاً آداب گفتگو، چھوٹوں پر رحم، بزرگوں، رشتے داروں کی عزت اور دسترخوان کے آداب وغیرہ۔ پانچ سال تک کے بچوں میں نظم کو سمجھنے کی صلاحیت بھی پیدا ہو جاتی ہے اور نظم کی شکل میں کہانیاں جیسے

ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا
بلبل تھا کوئی اداس بیٹھا
کہتا تھا کہ رات سر پہ آئی
اڑنے چگنے میں دن گزارا
پہنچوں کس طرح آشیاں تک
ہر چیز پہ چھا گیا اندھیرا
سن کر بلبل کی آہ وزاری
جگنو کوئی پاس ہی سے بولا
حاضر ہوں مدد کو جان ودل سے
کیڑا ہوں اگر چہ میں ذرا سا

اس عمر میں بچوں کو اس طرح کی نظمیں بہت بھاتی ہیں اور رنگ برنگ کی انوکھی آوازوں کو بھی وہ بہت پسند کرتے ہیں۔ جیسے اقبال، اسماعیل میرٹھی، اور شفیع الدین نیر کی نظمیں بچوں کے لیے بہت موزوں ہیں۔ ایسی نظمیں جن میں احساسات کے بجائے واقعات کا بیان ہو، زیادہ رنگینی الفاظ اور آرائش نہ ہو۔ چونکہ سیدھی سادی روزمرہ کی گفتگو کو ہی بچے آسانی سے سمجھ پاتے ہیں۔

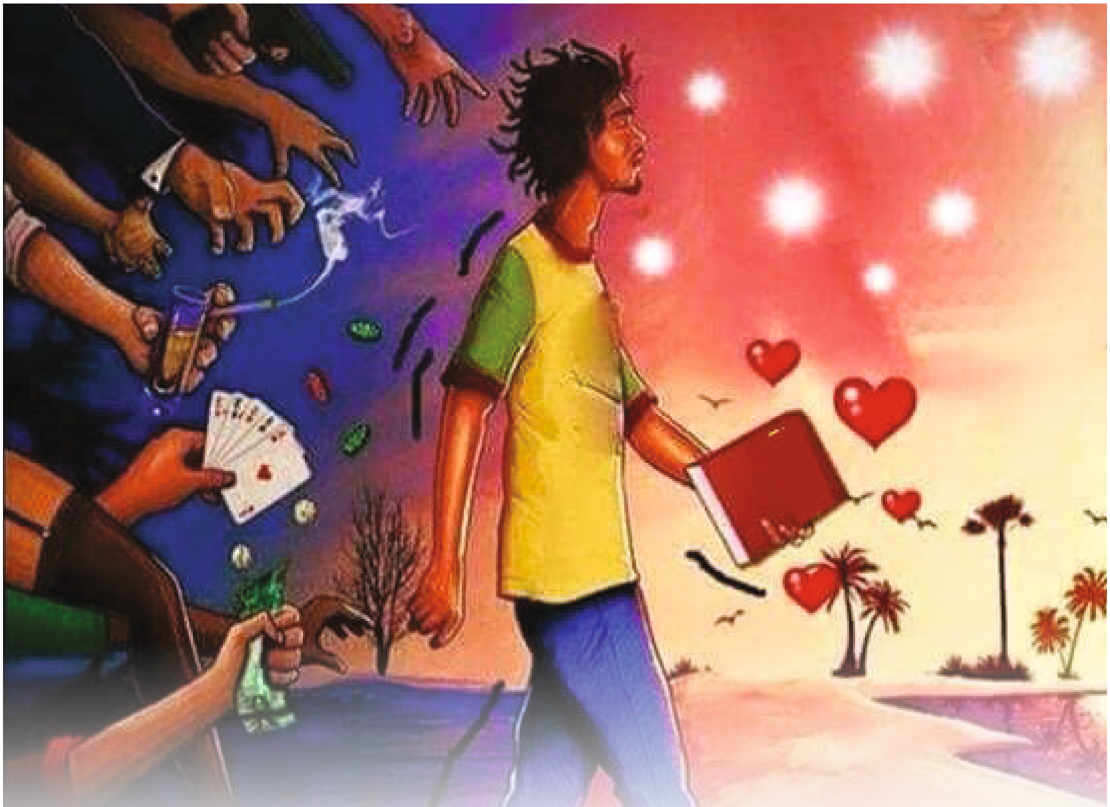

چھ برس کا بچہ پریوں اور راجا رانیوں کی کہانیاں دیکھنے لگتا ہے۔جس میں کہیں شہزادہ جنگل بیابان کی خاک چھانتا ہے تو کہیں پرستان جا پہنچتا ہے تو کہیں اڑن کھٹولے پر بیٹھ کر شاہزادی کی انگوٹھی اتار لاتا ہے اور کہیں مکھی بن کر کالے دیو کے گھر میں چھپ جاتا ہے۔اس قسم کی کہانیوں کی ہمارے ملک ہندوستان میں کمی نہیں ہے۔

آٹھ برس کی عمر کے بعد وہ دور شروع ہوتا ہے کہ جب بچے اس عمر میں زیادہ سے زیادہ پڑھنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا وہ موبائل پر بھی اسی طرح کے بڑے بڑے قصے اور کہانیاں تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں، کبھی وہ ملا دو پیازہ اور شیخ چلی کی حرکات کو پڑھ کر لوٹ پوٹ ہوتے ہیں تو کبھی کسی ٹریجڈی کو پڑھ کر آنسو بہانے لگتے ہیں۔اب انھیں ہر چیز کی اصلیت معلوم کرنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے اور وہ سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنے لگتے ہیں۔اس عمر میں اگر آپ اسے چوہیا اور چڑیا وغیرہ کی ننھی کہانیاں سنائیں گے یا موبائل پر دکھائیں گے تو وہ اکتا جائے گا اور لوریاں تو اسے بالکل مذاق معلوم ہوں گی۔ اس عمر میں بچے کو ایسی نظمیں یا کہانیاں چاہیے جس میں بہت سا مصالحہ دیکھنے اور سننے کے لیے موجود ہو اور جہاں معلومات کا خزانہ ہو۔ اب وہ نظم کے ترنم سے مسرور ہو کر مشکل الفاظ بھی سیکھ لے گا اور اس کے معنی بھی تلاش کرے گا۔

موجودہ دور میں آٹھ دس سال کی عمر کے بچوں کے پڑھنے کے لیے کافی مواد موجود ہے۔ این سی ای آر ٹی نے ’برکھا۔سیٹ‘ کے تحت بچوں کے لیے بہت سی چھوٹی

چھوٹی کہانیوں کی کتابیں تیار کی ہیں۔اس کا مقصد بچوں میں فہم کے ساتھ اپنے طور پر مطالعے کے مواقع فراہم کرنا ہے۔برکھا بچوں کو لطف اندوز ہونے اور مستقل قاری بننے میں معاون ہوگی۔والدین کی ذمے داری ہے کہ اس عمر کے بچوں کے ہاتھوں میں موبائل کے بجائے کتابیں دیں۔یہی وہ وقت ہے کہ اگر انھیں کتابوں سے دلچسپی ہو گئی تو وہ تمام عمر باقی رہے گی۔ساتھ ہی والدین کی یہ بھی ذمے داری ہے کہ ہمارے بچے کی کیا خصوصیات ہیں۔مثلاً اگر ایک بچہ بہت مرجھائی ہوئی طبیعت کا ہے، یا اپنے خیالات میں ڈوبا رہتا ہے تو اسے رنج والم میں ڈوبی ہوئی کتابیں اور بھی پژمردہ کر دیں گی۔اسی طرح اگر کوئی بچہ ہمیشہ کھویا ہوا اور اپنے گردونواح سے بے پروا رہتا ہے تو ضرورت اسے جن اور پریوں کی کہانیوں کی نہیں بلکہ اسے ایسی چیزیں پڑھنی چاہیے جس میں اس جیسے بچے ہیرو اور ہیروئن بنے ہوں تاکہ وہ تصورات کی دنیا سے نکل کر حقیقی دنیا میں آجائے۔اسی طرح کچھ ایسے بچے بھی ہوتے ہیں جو ہمیشہ شیخی بگارتے رہتے ہیں اور بڑی بڑی ڈینگیں مارتے ہیں انھیں شیخ چلی کے قصّے اور جن دیو کی حکایات کے بجائے جیتے جاگتے سورماؤں اور مجاہدین آزادی وغیرہ کی سوانح عمریاں پڑھنی چاہیے، تاکہ ان کا حوصلہ بھی عملی شکل اختیار کرلے۔اگر کوئی بچہ جانوروں پر ظلم وستم کرنے والا ہے۔جب وہ جنگ وخوں ریزیوں کی داستانیں پڑھے گا تو وہ اور بھی ظالمانہ اور وحشیانہ طبیعت کا ہو جائے گا لیکن ممکن ہے کہ اگر اسے جانوروں کے قصے ہی پڑھنے کو ملیں تو اس کے دل میں ان بے زبان جانوروں سے محبت کا جذبہ پیدا ہو جائے۔اسی طرح یہ خصلت بھی بچوں میں پائی جاتی ہے کہ وہ دوسرے بچوں سے الگ رہنا پسند کرتے ہیں، خود کو ہر ایک سے بیوقوف سمجھنا اور اجنبیوں سے شرمانا ان کی فطرت بن جاتی ہے۔ایسے بچوں سے اگر چھوٹے چھوٹے ڈرامے پڑھوائے جائیں اور انھیں ایکٹ کرنے کو دیے جائیں تو ان میں مل جل کر کام کرنے کی عادت اور صلاحیت پیدا ہو سکتی ہے۔اگر کسی بچے کو کھیل کود میں دلچسپی ہے اور وہ کھلاڑی بننا چاہتا ہے تو ایسے بچے کے لیے ضروری ہے کہ وہ عملی طور پر کھیل میں حصہ لے۔وہ قومی سطح کے کھلاڑیوں کی زندگیوں کا مطالعہ کرے کہ کس طرح انھوں نے مسلسل محنت اور لگن کے ذریعے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اپنا نام روشن کیا۔

موجودہ زمانہ ٹیکنالوجی کا ہے لہٰذا ہر والدین کی ذمے داری ہے کہ وہ اپنے بچوں پر مکمل نظر رکھیں، ان کی سرگرمیاں کیا ہیں، وہ کیا دیکھتے ہیں اور کیا پڑھتے ہیں اس کی نگرانی کریں۔انھیں حتی الامکان ایسی چیزوں سے دور رکھیں جن میں کسی گروہ، فرقے یا مذہب سے نفرت اور حقارت کا سبق دیا گیا ہو، کیوں کہ نفرت کا اثر بچے کی طبیعت پر نہایت برا پڑتا ہے۔نہ ایسی کتابیں بچوں کو دینی چاہیے اور نہ ہی موبائل پر وہ ایسے مواد دیکھ پائیں جن کا مقصد وحشت اور ہیبت بٹھانا ہو جیسے بھوت پریت کے قصّے یا اذیتوں اور تکالیف کے خوفناک بیانات وغیرہ۔

■

Dr. Zafrul Islam
F - 245 , Ground Floor
Shaheen Bagh, Jamia Nagar
Okhla, New Delhi - 110025
Mob- 9336239933
email: zafar.ghosi@gmail.com

نظم

راشد جمال فاروقی

اللہ میاں سوتے ہی نہیں

جب رات کو سب سو جاتے ہیں
اللہ میاں، تب آتے ہیں
سوتے بچوں کو چومتے ہیں
کچھ اور بڑا کر جاتے ہیں
بیجوں کو پودے کرتے ہیں
کلیوں کو پھول بناتے ہیں
پھولوں میں خوشبو بھرتے ہیں
رنگوں سے انھیں سجاتے ہیں
پھر اوس کے موتی ٹانکتے ہیں
سونے سونے سے آسمان کے ماتھے پر
چندا ماما چمکاتے ہیں
جگ مگ تارے دمکاتے ہیں
سورج کو حکم ہے، جاگتے ہی
چڑیوں کو چہکانا بھی ہے
اور بادِ صبا لہکانا ہے
تتلی، بھونرے اپنے کاموں میں لگیں
موسم اپنی رونق بخشیں اور حد میں رہیں
اللہ میاں، بادل میں پانی بھرتے ہیں
پروائی ہوا چلاتے ہیں

رِم جھم رِم جھم برساتے ہیں
گیہوں، چاول کی بالی میں
چپکے سے دانے رکھتے ہیں
باغوں باغوں پھل بانٹتے ہیں
کھٹے پھل میٹھے کرتے ہیں
میٹھے کر کے ٹپکاتے ہیں
تھک کر سوئے، انسانوں کی آنکھوں کو، نرم ہتھیلی سے
دھیرے دھیرے سہلاتے ہیں
آنکھیں خوابوں کے بھرتی ہیں
اور سیرِ گلستاں کرتی ہیں
بیماروں پر، لاچاروں پر، کچھ خاص عنایت ہوتی ہے
بھاری بھرکم کالی راتیں، راحت کی سانسیں لیتی ہیں
آنکھیں جو مسلسل جاگتی تھیں، ہنستے گاتے سو جاتی ہیں
اتنے سارے کاموں میں جٹے، اللہ میاں
تھکتے ہی نہیں
اللہ میاں سوتے ہی نہیں

■

Rashid Jamal Farooqui
C-6, Thokar No.: 8, Shaheen Bagh
New Delhi - 110025
Mob.: 9456753096/9868768655

فراق جلال پوری

پیڑ

سب کے ذہن و دل کو مہکاتے ہیں پیڑ
کون ہے جس کو نہیں بھاتے ہیں پیڑ
چھوتی ہے چنچل ہوا شاخوں کو جب
کیا سریلے گیت پھر گاتے ہیں پیڑ!
کیا حسیں ہوتا ہے وہ منظر کہ جب
راستوں پر پھول برساتے ہیں پیڑ!
رنگ بھرتے ہیں فضاؤں میں حسیں
خوشبوؤں سے جگ کو مہکاتے ہیں پیڑ
دھوپ سے بے چین راہی کے لیے!
بادلوں کی چھاؤں بن جاتے ہیں پیڑ!!!
کب ہے پت جھڑ، کب بہاروں کے ہیں دن
موسموں کی ہر خبر لاتے ہیں پیڑ
دھوپ میں خود جل کے دو اوروں کو چھاؤں
یہ سبق دنیا کو سکھلاتے ہیں پیڑ
دیتے ہیں موسم کے سب پھل پھول بھی!
پتھروں کو چوٹ بھی کھاتے ہیں پیڑ!
یاد آتا ہے وہ گھر آنگن فراق!!!
سامنے جب نیم کے آتے ہیں پیڑ!!

■

Firaq Jalalpuri
Mohalla: Qazipura
Post: Jalalpur
Distt.: Ambedkar Nagar -224149 (UP)
Mob.: 9758772746
firaqahmad56@gmail.com

جنم دن

امان الحق بالاپوری

کبھی جھوموں کبھی گانے لگوں میں گیت یہ پیارا
ہو مبارک ہو مبارک کہ جنم دن ہے تمھارا

آج کے دن ہی مری چمکا ہے قسمت کا ستارا
مرے آنگن میں اتر آیا مرا راج دلارا
دل کی دنیا میں خوشی کا ہوا ہے آج گزارا

ہو مبارک ہو مبارک کہ جنم دن ہے تمھارا

مری آنکھوں کی ہے ٹھنڈک ہے مرے دل کا قرار
تمھارے دم سے چلی آئی مرے گھر میں بہار
تمھاری باتوں میں سکھ چین چھپا ہے سارا

ہو مبارک ہو مبارک کہ جنم دن ہے تمھارا

تم جو ہنستے ہو تو کھل اٹھتی ہیں دل کی کلیاں
تھام کے انگلی چلے تم تو پکارے گلیاں
سب سے انداز جدا سب سے لگے ہے نیارا

ہو مبارک ہو مبارک کہ جنم دن ہے تمھارا

پھول کھلنے لگے ہیں موتیا ، بیلا و سمن
آج مہکا ہوا ہے دیکھ لو خوشیوں کا چمن
خوشبوؤں کی یہاں پر بہنے لگی ہے دھارا

ہو مبارک ہو مبارک کہ جنم دن ہے تمھارا

سر پہ قائم رہے ہر وقت خدا کی رحمت
دین و دنیا میں ہر اک گام ہو حاصل عظمت
تمھارے حق میں دعا کرنے لگا گھر سارا

ہو مبارک ہو مبارک کہ جنم دن ہے تمھارا

■

Amanul Haque
Darul Aman, Jawli Base
Balapur - 444302
Dist.: Akola (Maharashtra)
Mob.: 9822695795
amanbinrazzaq@gmail.com

شمیم انجم وارثی

بادل

اجلے بادل، کالے بادل
لگتے خوب نرالے بادل

مجھ کو اپنا یار بنا لے
مجھ سے ہاتھ ملالے بادل

میرے گھروندے ہیں مٹی کے
تم اس کے رکھوالے بادل

چھت پر میری آکر برسو
ہو اتنے دل والے بادل

میں تجھ سے کب ڈرنے والا
جتنا شور مچا لے بادل

کھیتوں میں ہریالی تم سے
کہتے ہیں، گھروالے بادل

بارش کا امکان بہت ہے
چھائے ہیں مٹیالے بادل

میں آکاش میں اڑنا چاہوں
مجھ کو بھی بلوالے بادل

چال جو چلتے ہو مستانی
لگتے ہو متوالے بادل

جب چاہے دنیا والوں سے
بات اپنی منوالے بادل

مجھ کو شمیم اچھے لگتے ہیں
ہر سو کالے کالے بادل

■

Shamim Anjum Warsi
237/2, Arbindu Palli
Post: Garilia
Distt.: 24 Pargana (Shimali) - 743133 (W.B)
shamimanjumw@gmail.com

شمس النسا کرن

چنچل نٹ کھٹ پیارے پیارے
ہوتے ہیں یہ بچے نیارے
ان کے سندر چہرے دیکھو
جھلمل چمکیں جیسے تارے
جان چھڑکتی ہیں سب مائیں
چاند اور سورج ان پروارے
مٹھو جیسا بولتے ہیں یہ
کانوں میں رَس گھولتے ہیں یہ
ہر دم مستی اور شرارت
کِھل کِھل ہنستے کھیلتے ہیں یہ
ہر کوئی ان سے پیار کرے ہے
گھر میں سب کے ہیں یہ دُلارے
اچھی باتیں ان کو بتاؤ
علم و ہنر بھی ان کو سکھاؤ

فتنوں والے دور میں اب تم
سیدھا رستہ ان کو دکھاؤ
ان کا اجالا ہر سو پھیلے
سورج بن کر چمکیں سارے
پیاری کلیاں کھلتے پھول
ان سے ہی مہکے ہے یہ اسکول
آؤ کرن ان کو سکھلا دیں
اچھے پیارے اصول
جگ میں اچھا نام کمائیں
میرے دیش کے بچے سارے

■

Shamshunnisa Kiran
3-10-92/G2, Mukkadipet
Hindupur - 515201 (AP)
Mobile.: 8500494611
shamshunnisas534@gmail.com

میرا بچپن

میرا بچپن بڑا سہانا تھا
ہر دم روٹھنا منانا تھا
اسکول تو ہمیشہ جانا تھا
امتحان میں اول آنا تھا
میرا بچپن بڑا سہانا تھا

وقت پر جگنا سونا تھا
کسرت پھر روزانہ کرنا تھا
پھل سبزی روٹی کھانا تھا
جسم کو مضبوط بنانا تھا
میرا بچپن بڑا سہانا تھا

امی کا کہنا ماننا تھا
ورنہ پھر چانٹا کھانا تھا
برکھا میں بھیگنا بھگانا تھا
کشتی پھر تیرنا ڈبونا تھا
میرا بچپن بڑا سہانا تھا

ساون میں جھولنا جھلانا تھا
سکھیوں کو ساتھ بلانا تھا
امی کو پکوان پکانا تھا
بھارتی کو مشٹھان کھانا تھا
میرا بچپن بڑا سہانا تھا

■

T. N. Bharti
N-22, GF, Shailing Club Road
Batla House, Jamia Nagar
New Delhi - 110025

بچپن کا زمانہ بیت گیا

محمد مصطفی

بارش کو برستے دیکھا جب
بچوں کو نہاتے دیکھا جب
اک دور سہانا یاد آیا
بچپن کا زمانہ یاد آیا
جب گاؤں میں بچپن تھا اپنا
وہ دور سہانا ہوتا تھا
رنگین زمانہ ہوتا تھا
بے فکری سے آزادی سے
بارش میں نہانا ہوتا تھا
کیا خوب زمانہ تھا جب تک
پیڑوں پہ جو جھولا ہوتا تھا
کاغذ کی ناؤ ہوتی تھیں
خوشیاں سستی ہوتی تھیں
بے خوف تھے ہم خوش حال تھے ہم
پھر دورِ جوانی آیا جب
بچپن کی کہانی ختم ہوئی
ماضی سے مقدر جیت گیا
بچپن کا زمانہ بیت گیا

■

Mohd Mustafa
Ghar No: 417
Gali No.: 3, Qila
Malegaon - 423203 (Maharashtra)
Mob.: 9665568312

روحینہ کوثر سید

عوامی لائبریری

علم کا خزانہ بھی اور تفریح کا ذریعہ بھی

زیبا، انعم اور عدنان تینوں بہت گہرے دوست تھے۔ جتنے پڑھائی میں ہوشیار اتنے ہی کھیل کود میں بھی استاد۔ نئی نئی معلومات حاصل کرنے کا انھیں بہت شوق تھا۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ نیا تلاش کرنے میں لگے رہتے۔ ایک ہی محلے میں رہتے تھے تو اکثر پڑھائی کرنے کے بعد قریب کے پارک میں بیٹھ کر اپنے مستقبل کی پلاننگ کیا کرتے۔ ایک روز وہ تینوں پارک میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ انھیں اپنا مستقبل کس شعبے میں منتخب کرنا چاہیے۔

انعم: کیوں نہ ہم ریحان سر سے مشورہ لیں۔ انھوں نے ہمیں لائبریری میں آنے کے لیے بھی کہا تھا۔

زیبا: ہاں ہاں! لائبریری کے بارے میں مجھے بھی جاننا ہے۔

عدنان: مجھے بھی۔ چلو جلدی چلتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ لائبریری بند ہو جائے اور ہمیں مزید انتظار کرنا پڑے۔

(تینوں اپنے محلے میں واقع عوامی لائبریری کی جانب تیز تیز قدم بڑھانے لگے۔ راستے میں انھیں ارحم اور مدیحہ مل گئے۔)

ارحم: ارے بھائی! اتنی تیز رفتار سے کہاں جا رہے ہو آپ تینوں؟ خیریت!

انعم: الحمدللہ، سب خیریت ہے۔ ہم پبلک لائبریری جا رہے ہیں۔ ریحان سر نے کہا تھا کہ وہ ہمیں لائبریری کے متعلق بتائیں گے۔

عدنان: اور ہم ان سے اپنے مستقبل کے لیے بھی مشورہ کریں گے۔ ارحم اور مدیحہ تم بھی ساتھ چلو۔

ارحم: ہاں! میں بھی ساتھ چلتا ہوں۔ مجھے بھی مقابلہ

جاتی امتحانات کے بارے میں جاننا ہے۔

مدیحہ: مجھے بھی لائبریری وسائل کے بارے میں معلومات لینی ہے۔

(پانچوں بچے مل کر محلے میں واقع عوامی لائبریری میں داخل ہوتے ہیں۔سامنے ہی انھیں لائبریرین ریحان سر نظر آئے)

پانچوں ہم آواز: السلام علیکم سر!

ریحان سر: وعلیکم السلام،خوش آمدید! خوش آمدید! آؤ بیٹھو (سر نے سامنے رکھی کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) ہاں تو بتائیں آج یہ ستارے لائبریری میں کیسے چمک رہے ہیں؟

عدنان: سر ہم اپنے مستقبل کے لیے پریشان ہیں، ہم آپ سے مشورہ کرنے آئے ہیں کہ ہمیں کس شعبے میں اپنا کیریئر بنانا چاہیے۔

ریحان سر: بہت اچھی بات ہے جو آپ لوگ اپنے مستقبل کو لے کر اتنے سنجیدہ ہو اور بہت ہی صحیح وقت پر یہاں آئے ہو۔

مدیحہ: صحیح وقت پر کیسے سر؟

ریحان سر: کیونکہ بروز اتوار ہم نے لائبریری میں والدین کے لیے کیریئر گائڈنس پروگرام کا انعقاد کیا ہے۔ آپ سب بھی اس پروگرام میں شریک ہوں،ان شاءاللہ آپ لوگوں کو آپ کے سوالوں کے جواب بھی مل جائیں گے۔

ارحم: ارے واہ! یہ تو بہت اچھی بات ہے سر۔

عدنان: سر لائبریری میں ایسے پروگرام بھی ہوتے ہیں؛؟

ریحان سر: ہاں بالکل! صرف یہ پروگرام نہیں ہوتے ہیں بلکہ کتابوں پر تبصرے، بچوں کے لیے ڈرامے، فینسی ڈریس مقابلہ، مضمون نویسی، تقریری و مباحثہ ومقابلے اور بھی کئی دلچسپ سرگرمیاں منعقد کی جاتی ہیں۔

انعم: واؤ! یہ تو بہت اچھے اچھے پروگرام ہیں۔

عدنان: سر یہ تو لائبریری ہے! لیکن یہاں تو تفریح کا پورا اہتمام ہے۔

ریحان سر: ہاں بالکل! لیکن آپ لوگ کبھی لائبریری آتے نہیں ہو، اکثر لوگ لائبریری سے استفادہ نہیں کرتے۔

عدنان: سر! آج تو ہم آئے ہی اس لیے ہیں کہ لائبریری کی مکمل معلومات بھی حاص کریں۔آپ ہمیں لائبریری کے متعلق بتائیں گے نا؟

ریحان سر: ضرور ضرور۔ اچھا یہ بتاؤ کہ لائبریری کے بارے میں آپ لوگ کیا کیا جانتے ہیں؟

زیبا: سر لائبریری میں کتابوں کا خزانہ ہوتا ہے۔

مدیحہ: سر ہم لائبریری میں بیٹھ کر اپنی پسند کی کتابیں پڑھ سکتے ہیں۔

ارحم: (کچھ سوچ کر) ہم پڑھنے کے لیے کتابیں اپنے گھر لے جاسکتے ہیں۔

ریحان: سر بہت خوب! اورانعم! آپ کچھ بتائیے۔

انعم: سر مجھے لائبریری سے متعلق کوئی معلومات نہیں۔

ریحان سر: کوئی بات نہیں، میں آپ سب کو لائبریری کی مزید معلومات دوں گا۔آؤ میں آپ کو علم کا خزانہ دکھاؤں۔

پانچوں ہم آواز: علم کا خزانہ۔

مکالمہ

ریحان سر: ہاں! لائبریری صرف کتابوں کا ہی نہیں بلکہ علم کا بھی خزانہ ہے۔

(سر انھیں اسٹیک روم کی طرف لے جاتے ہوئے مخاطب ہوئے)

ریحان سر: سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرلو کہ یہ ایک عوامی لائبریری ہے اس لیے اسے کوئی بھی فرد استعمال کرسکتا ہے چاہے وہ بچے ہوں، بڑے بزرگ ہوں، گھریلو عورتیں ہوں، پیشہ ورانہ افراد ہوں یا ملازمت سے سبکدوش افراد۔

زیبا: یعنی میں یہاں اپنے داداجان کو لے کر آسکتی ہوں؟

ریحان سر: ہاں بالکل! ہر عمر کے افراد آسکتے ہیں۔

مدیحہ: سر کیا یہاں ہمارے اسکول کی بھی کتابیں ملیں گی؟

ریحان سر: نہیں، کیونکہ یہ ایک عوامی لائبریری ہے اس لیے یہاں کوئی بھی نصابی کتاب نہیں ملے گی بلکہ مختلف رسائل، اخبارات، ناول، مقابلہ جاتی اور حوالہ جاتی کتابوں کا نایاب ذخیرہ ملے گا جن سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

انعم: سر مقابلہ جاتی کتابیں کیا ہوتی ہیں؟

ریحان سر: بیٹا یہ مختلف پیشوں میں داخلے کی کتابیں ہیں مثلاً ریلوے، بینک، پولس بھرتی، کلرک، نیوی، فوج وغیرہ میں بھرتی کے امتحانات، یو پی ایس سی اور ایم پی ایس سی کی تیاری کے لیے کتابیں، یہ ساری کتابیں مقابلہ جاتی کتابیں کہلاتی ہیں۔

ارحم: واہ سر! مجھے یو پی ایس سی کا امتحان دینا ہے، آئی

پی ایس افسر بنا ہے تو میں یہاں سے کتابیں لے کر پڑھائی کرسکتا ہوں؟

ریحان سر: بالکل لے سکتے ہو اور یہاں بیٹھ کر اطمینان سے پڑھائی بھی کر سکتے ہو۔ لائبریری کا یہی تو فائدہ ہے کہ آپ سکون سے بغیر کسی روک ٹوک کے پڑھائی کر سکتے ہو۔

عدنان: سر مقابلہ جاتی کتابیں تو سمجھ میں آ گئیں۔ حوالہ جاتی کتابوں کے بارے میں بھی بتائیے۔

ریحان سر: بیٹا حوالہ جاتی کتابیں وہ ہوتی ہیں جس میں مخصوص معلومات ہوتی ہیں، جیسے انسائیکلوپیڈیا، تھیسورس یا قاموس، لغات، ڈائرکٹریز وغیرہ لیکن یہ کتابیں آپ کو گھر لے جانے کے لیے نہیں ملتیں۔

ارحم: لیکن کیوں سر؟

ریحان سر: کیونکہ یہ کتابیں بہت مہنگی ہوتی ہیں۔ کچھ کتابیں تو بآسانی دستیاب بھی نہیں ہوتی ہیں۔ جس طرح نصابی کتابیں ہر سال شائع ہوتی ہیں اس طرح یہ کتابیں نہیں ہوتیں۔ مہنگی ہونے کی وجہ سے ان کی صرف ایک ہی کاپی لائبریری میں دستیاب ہوتی ہے اور لائبریری میں سب ہی صارفین ان کتابوں سے استفادہ کرسکیں اس لیے یہ گھر لے جانے کے لیے نہیں دی جاتی، سمجھے؟

سبھی نے ایک آواز میں کہا: جی سر سمجھ گئے۔

انعم: سر انسائیکلوپیڈیا کیا ہوتا ہے؟

ریحان سر: انسائیکلوپیڈیا میں علم کی تمام شاخوں یا کسی مخصوص شاخ کے بارے میں تفصیلی معلومات ہوتی ہے۔ اسے مضامین کے لحاظ سے یا حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیا جاتا ہے۔ آپ نے وکی پیڈیا کا نام سنا ہے؟

ارحم: سر! میں نے سنا ہے۔

ریحان سر: کیا تم جانتے ہو اسے وکی پیڈیا کیوں کہتے ہیں؟

ارحم: جی نہیں۔

ریحان سر: کیونکہ یہ ایک آن لائن انسائیکلوپیڈیا ہے۔ یہ بالکل مفت ہے اور مختلف زبانوں میں معلومات فراہم کرتا ہے۔ مجھے لگتا ہے آپ نے آج کافی ساری معلومات حاصل کرلی ہے کیوں نا!

پانچوں ایک ساتھ: جی سر

انعم: آپ نے ہمیں بہترین اور مفید معلومات سے آراستہ کیا ہے۔ بہت شکریہ سر!

زیبا: بہت شکریہ سر جو آپ نے آج ہمیں عوامی لائبریری کی اتنی اچھی معلومات مہیا کیں۔ ہم بہت اچھے سے سمجھ گئے ہیں کہ عوامی لائبریری صرف علم کا خزانہ ہی نہیں بلکہ تفریح کا ذریعہ بھی ہے۔ ہم دوبارہ آئیں گے سر۔ میں اپنے دادا جان کو بھی ساتھ لاؤں گی اور ہم دونوں لائبریری کی ممبرشپ بھی لیں گے ان شاءاللہ۔

■

Dr. Ruhina Kauser Syed
101,The Core Apartment ,85
Prashant Nagar
Opposite of CID Building
Nagpur - 440013 (Maharashtra)
Mob.: 7020241873
ruhinaanjuman@gmail.com

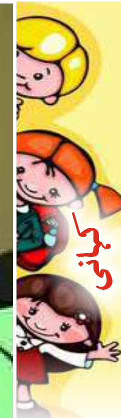

محمد رفیع انصاری

ایک تھی آنٹی

میرے گھر کے قریب ایک اسکول ہے۔ اس کا نام 'اقصیٰ اسکول' ہے۔ اس اسکول کے آس پاس کئی دکانیں ہیں۔ ان دکانوں میں ایک اقصیٰ جنرل اسٹور بھی ہے۔ یہ دکان لگ بھگ پچاس سال سے قائم ہے۔ یہ دکان ایک خاتون اور ان کے شوہر کی مشترکہ کوششوں سے خوب پھلی پھولی۔ شوہر کے انتقال کے بعد دکان کی مالک اور دکان دار ایک خاتون ٹھہریں۔ انھیں بچے اور بڑے 'اقصیٰ والی آنٹی' کہتے تھے۔ رمضان کے پہلے عشرے میں جسے عشرۂ رحمت کہتے ہیں، وہ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ میرے پوتے حسن کو ابھی تک اس خبر پر یقین نہیں آیا ہے۔ میری پوتی اس دکان کی مالک صفا آنٹی کو یاد کر کے آبدیدہ ہو جاتی ہے۔ وہ اب ہم میں نہیں، لیکن آنٹی کی یادیں باقی ہیں۔

دُنیا تو ہے آنی جانی
آؤ سنو انٹی کی کہانی

تیلی دبلی نازک سی بچوں کی آنٹی میں بڑے گن تھے۔ ہلکی سی ہوا سے وہ دہری ہو جاتی تھیں۔ مگر ان میں ہواؤں کا رُخ پلٹ دینے کی طاقت بھی تھی۔ ٹکرانا ان کا مزاج نہ تھا لیکن اگر کوئی انھیں ٹکر دینے کی کوشش کرتا تو اسے پٹخنی دینے میں ذرا نہ ہچکچاتیں۔ عمر اسّی سال سے تجاوز کر گئی تھی مگر صحت کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ آنکھوں کی روشنی بلا کی تھی۔ حافظہ غضب کا تھا۔ وہ کہا کرتی تھیں:

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

لین دین کے معاملے میں وہ بڑی خوش معاملہ یعنی کھری

تھیں۔ ان کے کھرے پن کا نتیجہ یہ تھا کہ ان سے معاملہ کرنے والے بھی ان کو خود کے کھرے ہونے کا ثبوت دیا کرتے۔ وہ جس مکان میں رہتی تھیں وہیں ان کی دکان بھی تھی۔ دکان میں بیاضیں اور لکھنے پڑھنے کا سامان وافر مقدار میں رہتا تھا۔ ابتدائی دنوں میں 'اقصیٰ جنرل اسٹور' اپنے ذخیرے اور اپنی سج دھج کے اعتبار سے مثالی تھا۔ مقبول اور مشہور اشیا کا ذخیرہ ان کے یہاں ہوتا تھا۔ مختلف نوع کے 'ویفر' وافر مقدار میں دکان میں موجود ہوتے تھے۔ جس کی ایک جھالرسی بنی ہوتی تھی۔ سب کے ساتھ ان کا سلوک یکساں ہوا کرتا تھا۔ ان کے یہاں اردو اور مراٹھی بولنے والے بچے بچیاں بلا تکلف آتے۔ وہ ان کی بولی بولتیں اور اس طرح ان کا دل جیت لیتیں۔ اس حسنِ سلوک پر دکان کے چھوٹے گاہک انھیں 'تھینک یو آنٹی' کہتے تو وہ ہلکے سے مسکرا دیتیں۔

ایک مرتبہ شہر میں ان کے نام کا بڑا چرچا تھا۔ اس واقعہ سے شہر کی خاتون دکان داروں کا سر فخر سے بلند ہوگیا۔ ہوا یوں کہ انھیں بے یارو مددگار سمجھ کر ایک چور نے رات گئے ان کی دکان میں سیندھ لگا دی۔ آنٹی بڑے دل گردے کی مالک تھیں۔ یہ بات چور نہیں جانتا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ آسانی سے آنٹی کی چٹنی کر دے گا۔ مگر آنٹی نے اس کا ہی بھرتا بنا کر رکھ دیا۔ چور کی آہٹ سن کر وہ نیند سے بیدا ہوگئیں اور پھر معاملے کو سمجھ کر پوری قوت سے چور کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس طرح کہ چور کو نانی یاد آ گئی۔ اس کشاکش میں پڑوسی اٹھ گئے۔ چور جب بے دم ہوگیا تو آنٹی نے اسے پولس کے حوالے کر کے دم لیا۔

وہ دوسروں کو انجام سے باخبر رہنے کی تلقین کرتی تھیں۔ خود بھی ہمیشہ انجام بالخیر کی دعا کرتی رہتی تھیں۔ ان میں بلا کا ڈسپلن تھا۔ ان کی دکان پر آنے والے چھوٹے بڑے اس بات سے واقف تھے۔ وہ بچوں کی پسند کا خیال رکھتی تھیں۔ بچے بھی ان کے مزاج کا خیال رکھتے تھے۔ وہ کبھی گنگناتی تو نہیں تھیں مگر بڑبڑاتی ضرور تھیں۔ وہ جتنی کامیابی سے اپنا گھر چلا رہی تھیں۔ اتنی ہی کامیابی سے اپنی دکان بھی چلاتی رہیں۔ وہ با ادب ایسی تھیں کہ بے ادبوں کو پاس پھٹکنے نہ دیتی تھیں۔

وہ مجھے 'جناب' کہہ کر مخاطب کرتیں۔ ان کے انتقال سے چند روز قبل میں ان کی دکان سے کچھ خرید رہا تھا۔ مجھ سے مخاطب ہوکر شہر میں ہونے والی ناگہانی اموات پر اظہارِ افسوس کرنے لگیں۔ پھر بولیں 'آدمی کو ہر وقت اپنی موت کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ میں نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر وہ تلاوت میں مصروف ہو گئیں۔ پھر ایک صبح کو مجھے اچانک آنٹی اور ان کی باتوں کا خیال آ گیا۔ گھر سے باہر نکلا تو خبر ملی کہ گزشتہ رات آنٹی کا انتقال ہوگیا۔

آنٹی کی دکان اب سونی ہوگئی ہے۔ بلکہ پورا علاقہ ہی جیسے سونا ہوگیا ہے۔ سنا ہے کہ اپنے اس کاروبار کو انھوں نے ایک خاتون کو سونپ دیا تھا۔ دعا ہے کہ اللہ آنٹی کو اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے اور آنے والی آنٹی کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

■

Mohd Rafi Ansari
Almadni, 734, Mohallah: Bhiwandi
Distt: Thane (Maharashtra)
rafiansari1651@gmail.com

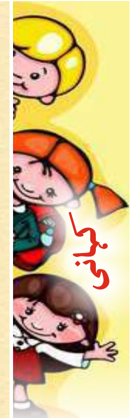

محمد داؤد

مزیدار بھول

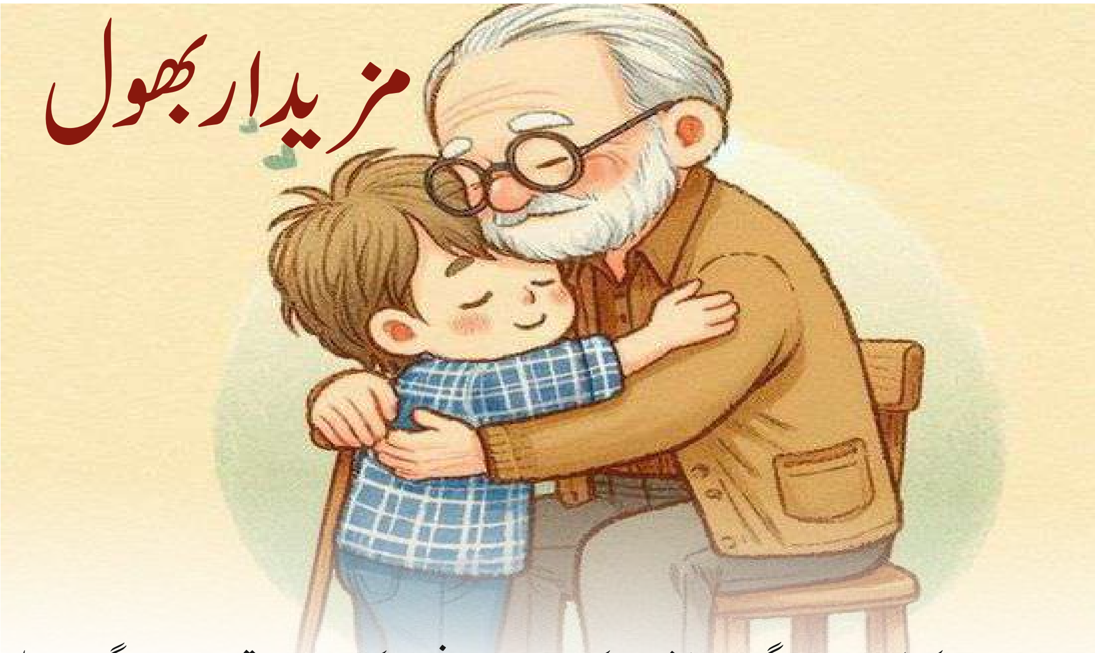

آج نانا جان کیا آئے ہمارے گھر میں خوشیوں کے ڈھیر لگ گئے۔ بہت دیر تک اپنے تحفوں پر لڑتے جھپٹتے رہے۔ کھانا بھی دیر سے کھایا اور بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سونے پر راضی کیا۔ ورنہ جی چاہتا تھا راستے بھر باتیں کرتے رہیں۔ چٹکلے اور اچھی مزیدار کہانیاں سنتے رہیں۔ رات زیادہ ہوگئی تو امی نے ڈانٹا جاؤ سب اپنے اپنے بستر پر جاؤ نانا کو زیادہ تنگ نہ کرو۔ کل اتوار کی وجہ سے تمھاری چھٹی ہے تو ان کی تو اتوار نہیں۔ فجر کی نماز کے لیے سویرے ہی اٹھنا ہے۔ صبح پھر ناشتے پر محفل سجانے کے وعدے پر ہم لوگ اپنے بستر پر چلے گئے۔

صبح نانا جی مسجد چلے گئے۔ ہم لوگ مسجد سے جلد آکر ناشتے کی تیاری میں لگ گئے۔ باجی امی کا ہاتھ بٹانے لگیں اور ہم دسترخوان وغیرہ سجانے میں لگ گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں ناشتہ تیار ہوگیا اور دسترخوان پر لگا دیا۔ لیکن نانا جان مسجد ہی سے نہیں لوٹے جب کہ وہ اتنی دیر نہیں لگاتے تھے۔ کافی دیر کے بعد نانا جی تشریف لائے مگر اس حال میں کہ غصے سے لال پیلے تھے۔ زبان پر بجائے تسبیح کے کلمے کے برے بھلے الفاظ تھے جو وہ کہتے ہوئے آرہے تھے۔ ہم سب نانا جی کا غصہ دیکھ کر گھبرا گئے۔ پوچھا آپ کیوں خفا ہو رہے ہیں۔ کہنے لگے خفا نہ ہوں تو کیا کروں۔ کیا ان خبیثوں کو دعائیں دوں۔ مسجد میں نماز پڑھنے نہیں آتے۔ گناہ سمیٹنے آتے ہیں۔ میں اپنی چپل پہن کر مسجد گیا۔ وہاں ذرا سپارہ پڑھنے میں مجھے دیر ہوگئی اور جب نکلنے لگا اور اپنے چپلوں کے پاس آیا تو دیکھا چپل ندارد ہے۔ چاروں طرف دیکھا بھالا کہیں نہیں ہے۔ آخر یہ زنانے چپل وہاں پڑے تھے انھیں کو پہن کر آرہا ہوں۔ ننگے پیر سے تو اچھا ہے، یہی سوچ کر پہن آیا۔

بہت خراب لوگ ہیں کچھ تمیز ومیز نہیں ہے۔ مسلمانوں پر آفتیں یوں ہی تھوڑے آرہی ہیں۔ بتاؤ مسجدیں بھی محفوظ نہیں۔ یہ تو اللہ کا گھر ہے کچھ تو ڈر خوف

ہونا چاہیے۔ میں صبر کر کے انھیں زنانے چپلوں کو پہن آیا۔ اللہ اس کا بھلا کرے جو لے گیا، بازار کھلے گا تو میرے لیے چپل منگا دینا مگر میں باز آیا تمھارے گاؤں کے بڑے ہی گنوار لوگ ہیں۔ چلو چپلوں ہی پر گزری کوئی اور بڑی چیز میرے پاس نہیں تھی ورنہ اس کی بھی خیر نہیں تھی۔

ہم نے نانا جی کی تکلیف کا احساس کرتے ہوئے تسلی دی۔ امی دوڑی دوڑی آئیں۔ ابا کے ساتھ ایسا کیا ہوگیا جو اتنے خفا ہیں کہ ناشتہ بھی ٹھنڈا پڑ گیا اور سب کے چہرے بھی سنجیدہ ہوگئے۔ امی نے کہا دیکھوں تو سہی کیسی چپل پہن آئے۔ امی کی جیسے ہی چپلوں پر نظر پڑی ایک دم اچھل پڑیں ارے یہ تو میری چپل ہے جو آپ شاید جلدی میں پہن گئے۔ آپ کے چپل تو وہ ہیں اور بخیر ہیں۔ آپ خود تو پریشان ہوئے ہی بچے بھی پریشان ہوگئے اور سب سے بڑی بات یہ کہ ناشتہ بھی ٹھنڈا ہوگیا۔ یہ صورت حال سامنے آئی تھی کہ کمرہ قہقہوں سے گونج اٹھا اور پھر ہم نے نانا جی سے خوب مذاق کیا اور نانا جی ایسے ہوگئے جیسے بھیگی بلی۔ انھوں نے اپنی غلطی کا اعتراف ہی نہیں کیا بلکہ ہمیں جو ناشتے پر انتظار کرنے کی زحمت کرنی پڑی اس کی تلافی کے لیے دس دس روپے کے بالکل نئے کرارے نوٹ بھی دیے۔ ہم نے مزے لے لے کر ناشتہ تو کیا ہی نانا جی سے بڑی عاجزی سے یہ گذارش بھی کی کہ ایسی بھول آپ کرتے ہی رہیں تا کہ ہمیں جیب خرچ ملتا رہے۔

■

Dr. Mohd Daud
Miltani Clinic, Lohari Sarai
Nagina - 246762 (UP)
Mob.: 7417171564

زیبا فاروقی

ننھے عاصم بڑے ہو گئے

جیسے جیسے عید نزدیک آ رہی تھی، ننھے عاصم کے دل کی دھڑکنیں بھی بڑھتی جا رہی تھیں۔ اب صرف 12 دن باقی ہیں، اب 11، اب 10۔ اوہ۔ اس دفعہ وہ اپنی پسندیدہ بندوق ضرور خرید لے گا۔

عاصم کے گھر کے قریب ہی ہر سال عید کے موقعے پر میلہ لگتا تھا۔ ننھا عاصم عید کی شام ابو جی کے ساتھ میلے میں جاتا تھا۔ ابو جی اسے کھلونے دلاتے تھے اور آئس کریم بھی لیکن ننھے عاصم کی نظروں میں تو وہ بندوق بسی ہوئی تھی جو چند برس قبل اس نے کھلونے کی بڑی دکان پر دیکھی تھی۔ ارے وہ تو بالکل اصلی معلوم دے رہی تھی، لیکن جب ننھے عاصم نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو ابو جی نے ایک دم ہی منع کر دیا تھا۔

''ابھی آپ چھوٹے ہیں یہ آپ کے کھیلنے کے لیے نہیں ہے۔''

عاصم خاموش رہ گیا۔ ابو جی کی بات غلط تو نہیں تھی۔ پھر ہر سال ننھا عاصم جب میلے میں کھلونوں کی دوکان پر پہنچتا تو اسی بندوق پر نظر رہتی۔ پچھلے سال اس نے پھر سے اسی بندوق پر ہاتھ رکھا۔ اس دفعہ ابو جی نے منع تو نہیں کیا۔ بندوق کو ہاتھ میں اٹھایا، الٹ پلٹ کر دیکھا، پھر دکان دار سے دام پوچھے۔

''پندرہ سو چالیس۔''

''ارے یہ تو بہت ہیں بھائی۔ مناسب ریٹ لگاؤ۔''

''مناسب ہی ہیں حضور۔ اصل قیمت تو اس کی اٹھارہ سو ہے۔ کسی بڑے شوروم میں معلوم کر لیجیے۔ یہاں میلے میں کم منافع میں دے رہے ہیں۔''

ابو جی پھر کچھ نہیں بولے، دو چار اور کھلونے دیکھے،

پھر سنہرے رنگ کی ایک خوبصورت چھوٹی بندوق عاصم کو دلا دی۔اس بندوق کو چلانے پر طرح طرح کی آوازیں اور روشنیاں نکلتی تھیں، گھر پر سبھی کو یہ بندوق بہت پسند آئی لیکن کیا کیا جائے کہ ننھے عاصم کے دل میں تو وہی بندوق بسی ہوئی تھی۔

اور اب پھر عید آنے والی تھی۔

ننھے عاصم نے تہیہ کر رکھا تھا کہ اس سال وہ بندوق ضرور خریدے گا۔ اپنی پسندیدہ بندوق۔ ہاں، ذرا مہنگی ضرور ہے۔اسی خاطر وہ تھوڑا بہت اپنی ٹافی، چاکلیٹ اور آئس کریم کے لیے ملنے والے پیسوں میں بچت کرتا آرہا تھا۔ اس بار وہ اپنی بچت کے پیسوں سے بندوق خرید لے گا۔

ننھے عاصم کو تو آج کل خواب میں بھی بندوق ہی دکھائی دے رہی تھی۔

پھر ہوا یوں کہ ابو جی نے عید کی شام اپنے دوستوں کو دعوت پر مدعو کرلیا۔ابھی رمضان میں ہی ان کی ترقی ہوئی تھی تو پارٹی دینے کا یہ بہترین موقع تھا۔

’’عاصم بیٹے! اس دفعہ میلے میں آپ غفور چاچا کے ساتھ چلے جائیے گا۔ٹھیک ہے نا؟‘‘

ابو جی کی بات پر ننھے عاصم نے جلدی جلدی سر ہلایا۔لو جی۔ابو جی کا جو ڈر تھا منع کرنے کا وہ بھی ختم ہوا۔ اب بندوق آ ہی جائے گی، تب تھوڑی نہ کچھ کہیں گے۔

آج چاند رات تھی۔ ننھے عاصم نے اپنی بچت کی رقم کو کئی بار گنا۔

’’ہوں ں ں۔ پورے تو نہیں ہیں، لیکن شام کو ابو جی میلے کے لیے کچھ رقم دیں گے تو ملا کر کافی ہو جائیں گے۔‘‘

ویسے عاصم کو عیدی بھی خوب ملتی تھی، لیکن وہ سب تو امی جان کی نذر ہوجاتی تھی۔ چھوٹے ہونے کا یہی تو نقصان تھا۔خیر کوئی بات نہیں سب ملا کر ہو جائے گا۔

ننھا عاصم مطمئن تھا اور بہت بہت خوش۔

عید کا دن نہایت خوشنما اور چمکیلا تھا۔ یوں تو عید ہوتی ہی ہے خوشیوں بھری لیکن ننھے عاصم کے لیے تو خاص تھی، دن بھر وہ نئے کپڑوں میں اتراتا عیدی وصول کرتا رہا اور شام کا انتظار کرتا رہا۔آج کا دن اسے زیادہ ہی لمبا معلوم ہو رہا تھا۔

خدا خدا کر کے شام ہوئی۔ عاصم میلے جانے کے لیے تیار ہو گیا۔

’’زیادہ دیر مت لگایئے گا بیٹا۔‘‘

ابو جی نے تنبیہ کی۔ ننھے عاصم نے سر ہلاتے ہوئے غفور چاچا کا ہاتھ تھام لیا۔

غفور چاچا اس گھر کے پرانے نمک خوار تھے۔اب کافی بزرگ ہو چکے تھے۔ آہستہ آہستہ چلتے تھے۔ ادھر عاصم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اُڑ کر کھلونے کی دوکان پر پہنچ جاتے۔

ذرا آگے بڑھے تھے کہ غفور چاچا کو ایک ملاقاتی دکھائی دے گیا۔

’’ارے نورالدین۔ خوب ملے بھئی۔ کہاں تھے اتنے دنوں سے۔‘‘

دونوں عید ملے اور پھر دنیا جہان کی باتیں شروع ہوگئیں۔

ادھر ننھا عاصم بے چین ہو رہا تھا، اس نے دو ایک دفعہ غفور چاچا کو متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن بے سود،

عاصم بیزار سا ان کے آس پاس ٹہلتا رہا۔ یوں ہی ٹہلتے ٹہلتے تھوڑا آگے کو چلا گیا۔ یہاں سے بائیں جانب مڑنا تھا اور پھر آگے جا کر چوراہا پار کرتے ہی میلے کی رونق دکھائی دینے لگتی تھی، ہلکی ہلکی آوازیں تو یہاں تک بھی آ رہی تھیں۔ لیکن چوراہا اکیلے پار کرنا فی الحال ننھے عاصم کے بس کا نہیں تھا۔ ایسے موقعوں پر وہ امی جان یا ابو جی کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیتا تھا۔

عاصم نے پھر ایک دفعہ مڑ کر غفور چاچا کو دیکھا، پھر چوراہے پر گزرتی ہوئی گاڑیوں کو دیکھنے لگا۔ بیچارا اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ اسی اثنا میں اس کی نگاہ سڑک کے کنارے بیٹھے ایک شخص پر پڑی۔ ایک دبلا پتلا سا آدمی سڑک کے کنارے گھٹنوں میں سر دیے بیٹھا تھا۔ اس کے آس پاس کچھ سامان بھی بکھرا ہوا تھا۔ عاصم اس شخص کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

''انکل'' انھوں نے آہستہ سے آواز دی۔

اس آدمی نے سر اٹھایا تو اس کا چہرہ آنسوؤں میں ڈوبا ہوا تھا۔

''آپ کیوں رو رہے ہیں؟''

''کچھ نہیں بیٹا۔ تم جاؤ۔'' اس آدمی نے غمگین آواز میں کہا۔

''کیا آپ کو چوٹ لگی ہے اور آپ کا سامان بھی سب گر گیا ہے۔''

''سب میری بدنصیبی ہے بیٹا۔ تم جاؤ۔''

''کیا میں آپ کے لیے دوا لا دوں۔ آپ کو کہاں چوٹ آئی ہے۔''

اب وہ آدمی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔ عاصم گھبرا گیا۔

''انکل کیا ہوا۔ آپ کو کیا پریشانی ہے۔''

خود پر قابو پاتے ہوئے اس آدمی نے بتایا کہ وہ میلے میں فروخت کرنے کے لیے گاؤں سے کچھ مٹی کے کھلونے لایا تھا، لیکن چوراہے پر بس سے اترتے ہی ایک موٹر سائیکل نے ٹکر ماردی۔ چوٹ تو زیادہ نہیں آئی لیکن کھلونے والا تھیلا دور جا گرا، سارے کھلونے ٹوٹ گئے۔

''آٹھ دس روز سے کہیں مزدوری بھی نہیں ملی تھی۔ سوچا تھا میلے میں اچھی کمائی ہو جائے گی تو بچوں کو بھی دو روٹی مل جائے گی۔ ہائے اب کمہار کا ادھار بھی کیسے چکتا ہوگا۔''

ننھے عاصم نے ایک منٹ کچھ سوچا، پھر کرتے کی جیب سے نو سو روپے نکال کر اس شخص کے ہاتھ میں رکھ دیے۔ وہ آدمی گھبرا گیا۔

''ارے نہیں بیٹا! یہ کیا کر رہے ہو۔ تم میلے میں جا رہے ہو نا۔ جاؤ۔ نہیں میں تم سے روپے نہیں لے سکتا۔''

''انکل آپ کو اتنی چوٹ لگی ہے اور کھلونے بھی سب ٹوٹ گئے۔ آپ گھر کیسے جائیں گے۔''

''کچھ نہ کچھ انتظام ہو جائے گا بیٹا۔ تم جاؤ۔''

اتنے میں غفور چاچا بھی پیچھے سے آ گئے۔

''عاصم آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟''

عاصم نے پوری بات کہہ سنائی۔ اپنی بچت کے بارے میں بھی بتایا۔ پھر بولا:

''غفور چاچا۔ ابو جی نے میلے کے لیے جو روپے دیے ہیں، وہ بھی انکل کو دے دیجیے اور یہ میری بچت کے پیسے بھی۔ یہ مجھ سے لینے سے منع کر رہے ہیں۔''

''لیکن ننھے۔ آپ سب پیسے دے دیں گے تو میلے

میں کیا کریں گے۔ ایسا کرتے ہیں کچھ روپے روک کر باقی کی رقم ان کو دے دیتے ہیں۔''

''نہیں چاچا۔ میں ہر سال میلے میں آتا ہی ہوں، اس بار نہیں جاؤں گا تو کوئی ہرج نہیں، لیکن انکل کے بچے گھر پر انتظار کر رہے ہوں گے نا۔ ان کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔ نہ نئے کپڑے نہ مٹھائی، انھیں ان روپیوں کی زیادہ ضرورت ہے۔''

غفور چاچا کی آنکھوں میں محبت کے آنسو آ گئے۔ انھوں نے ننھے عاصم کو شاباشی دی اور سارے روپے اس غریب شخص کو سمجھا بجھا کر دے دیے۔

عاصم غفور چاچا کا ہاتھ تھامے واپس گھر کو روانہ ہوا۔ اپنی بندوق اس سال بھی نہ خرید پانے کا غم تو تھا لیکن کسی ضرورت مند کی مدد کرنے کی خوشی بھی تھی۔ یہ الگ بات کہ غم کا پلڑا ہی اکثر بھاری ہوتا ہے۔

گھر میں داخل ہوئے تو دعوت کی تیاریاں تقریباً مکمل ہو چکی تھیں۔ سبھی لوگ ہال میں ہی بیٹھے ہوئے تھے، ننھے عاصم کو اتنی جلدی واپس آیا دیکھ کر چونک پڑے۔

''خیریت تو غفور چاچا۔ اتنی جلدی کیسے واپس آ گئے آپ لوگ۔''

غفور چاچا نے پوری بات کہہ سنائی۔ ننھے عاصم کی بچت کی رقم کا بھی ذکر کیا۔ گھر والے ایک دفعہ پھر حیران ہوئے۔

''نو سو روپئے!''

''یہ کہاں سے بچائے۔''

''اور اس سے کیا لینے کا ارادہ تھا آپ کا۔''

ڈرتے ڈرتے ننھے عاصم نے اصل جیسی دِکھنے والی بندوق خریدنے کی اپنی خواہش کا اظہار کیا اور یہ بھی بتایا کہ کس طرح سے وہ سال بھر سے اپنے جیب خرچ میں سے روپے بچا رہا تھا۔ سب لوگ بہ غور اس کی بات سن رہے تھے۔

''اور اس بڑی بندوق کا کیا کریں گے آپ؟''

ابو جی نے سوال کیا۔

ننھے عاصم کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

''میں اس سے اپنے ملک کے دشمنوں کو مار بھگاؤں گا۔'' اس کی آواز میں بلا کا جوش تھا۔

''اچھا! یہ آپ کو کس نے بتایا؟''

''ہماری کتاب میں لکھا ہے۔ استاد جی نے بھی بتایا تھا کہ ہمارے ملک کے دشمن ملک کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ میں اس بندوق سے ان کو ختم کر دوں گا۔''

ارے واہ بھئی۔ اب تو ننھے عاصم ننھے نہیں رہے۔ ان کے بڑے بڑے ارادے ہیں۔ بیٹا ہم آپ کو وہ بندوق ضرور دلائیں گے اور ایک دن ان شاء اللہ آپ اپنا مقصد ضرور حاصل کریں گے۔ ابو جی نے انھیں پیار سے گلے لگا لیا۔ سب لوگوں نے ابو کی بات پر آمین کہا۔

شام کو دعوت میں آنے والے مہمانوں کو بھی یہ واقعہ بتایا گیا اور سب نے خوش ہو کر عاصم کو ڈبل عیدی دی۔

آخر عاصم اب بڑے ہو گئے تھے۔

■

Dr. Zeba Farooqui
Asstt. Professor
Mahatma Gandhi Girls, P.G. College
Firozabad - 283203 (UP)
Mob.:7417660002
zebarafi@gmail.com

کالی مچھلی کے دل میں کیا ہے

زیب النساء

ایک بہت بڑے سمندر میں رنگ برنگی مچھلیاں رہتی تھیں، ان مچھلیوں میں ایک کالے رنگ کی مچھلی تھی، جس کا نام صبح تھا، کالی مچھلی کا ایک ہی دکھ تھا، اس کے ساتھ رہنے والی مچھلیاں اکثر اس کے کالے رنگ کو دیکھ کر اس کا مذاق اڑاتیں، کوئی کہتی نام صبح، مگر دیکھو تو کالی رات جیسی، تو کوئی کہتی، کسی کو کالا رنگ چاہیے تو صبح سے لے لو، اور بھی بہت کچھ، جتنی مچھلیاں تھیں ان سب کا خیال صبح مچھلی کے بارے میں الگ الگ تھا، کبھی کالی مچھلی ان کی باتوں کو ہنس کر ٹال دیتی، تو کبھی نظر انداز کر کے آگے بڑھ جاتی، مگر رات کی تنہائی میں سمندر کے کنارے آ کر بہت روتی، ایک دن وہ سمندر کے کنارے آ کر اپنا دکھ رب سے کہہ رہی تھی، اچانک پانی کے اندر سے ایک سانپ نکلا اور اس سے بولا، میں سن چکا ہوں تمھارا دکھ، مگر تمھاری بات سن کر اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس دکھ کی ذمے دار تم خود ہو، کالی مچھلی حیرانی سے بولی، کیسے؟

سانپ بولا، سمندر کی سبھی مچھلیاں اپنے اپنے خوبصورت رنگ کو لے کر غرور کرتی ہیں، اور تمھارا مذاق اڑاتی ہیں، تم سن کر ہنس کر ٹال دیتی ہو، لیکن پھر یہاں آ کر روتی ہو، اس سے نقصان تمھارا ہی ہوگا، سانپ کی بات سن کر کالی مچھلی بولی، تو پھر میں کیا کروں؟ سانپ بولا میری بات دھیان سے سنو، آج جب تم سمندر کے بیچ پہنچنا تو ساری مچھلیوں کو بلا کر کہنا کہ آج میں تم سب سے ایک پہیلی پوچھوں گی، جس نے اس کا صحیح جواب دیا، اسے انعام ملے گا اور ''اس کا نام میرا اور میرا نام اس کا'' سانپ کی بات سن کر کالی مچھلی بولی، ارے بھئی پہیلی کیا ہوگی؟ سانپ بولا، یہ بھی پوچھنے کی بات ہے کوئی، پہلی تو تمھارے دل میں عرصے سے موجود ہے؟ سوچو۔

سانپ کی بات سن کر کالی مچھلی بہت دیر تک سوچتی رہی اور پھر اچانک سانپ سے بولی، 'یاد آ گئی پہیلی، میں تو اب چلی، یہ کہتی ہوئی کالی مچھلی سمندر کے بیچ پہنچی، آدھی رات بیت چکی تھی، صبح ہونے میں کچھ دیر باقی تھی، اس نے سوچا، صبح کا انتظار کرنا ہی بہتر ہوگا۔

سویرا ہوا، اس نے ساری مچھلیوں کو بلایا، اور کہا آج شام میرے گھر دعوت ہے سبھی آنا، ان مچھلیوں میں ایک رانی مچھلی بھی تھی، جو اپنے خوبصورت چمکیلے رنگوں کی وجہ سے بڑی مشہور تھی اور یہ وہی مچھلی تھی جو کالی مچھلی کا سب سے زیادہ مذاق اڑاتی تھی، شام ہوئی سب مچھلیاں کالی مچھلی کے گھر پہنچیں، کالی مچھلی نے دل سے ان کا استقبال کیا، اور اب باری آئی، کالی مچھلی کی پہیلی پوچھنے کی۔

کالی مچھلی بولی، آج میں رانی مچھلی سے ایک پہیلی پوچھوں گی، اگر رانی مچھلی نے صحیح جواب دیا تو وہ جیتی، اور اگر ہاری تو اس کا نام میرا، اور میرا نام اس کا، بولو منظور

ہے، چمکیلی مچھلی پہلے تو کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی یہ کیا بات ہوئی؟ تمھاری شرط بھی بڑی عجیب ہے، اس پر کالی مچھلی مسکراتے ہوئے بولی، فکر کیوں کرتی ہو، مجھے یقین ہے جیسی تم خوبصورت ہو ویسے ہی تمھاری سوچ ہوگی، کالی مچھلی کی بات سن کر چمکیلی مچھلی تو اور بھی زیادہ اترانے لگی، چہک کر بولی اس میں کوئی شک نہیں، یہ تو سارا سمندر جانتا ہے، خیر آپس کی بحث ختم ہوئی اور اب سلسلہ شروع ہوا، پہیلی بوجھنے کا، کالی مچھلی بولی:

’’کالی کالی رات ہے
آسمان میں چھپی ایک بات ہے
زمین پہ رہتی ایک رات ہے
اس رات کے سینے میں ایک دل ہے
بتاؤ تو ذرا اس دل کے
اندر بسی کون سی بات ہے‘‘

سیدھی سی بات ہے تمھیں بتانا ہے اس رات کے دل میں کیا ہے؟ یہ کہہ کر کالی مچھلی خاموش ہوئی، تو سبھی مچھلیاں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں، اور چمکیلی مچھلی اس کا تو حال نہ پوچھو، مارے گھبراہٹ کے اس کا تو حال برا تھا، سب سے زیادہ اسے اس بات کی فکر ہو رہی تھی کہ ہارتے ہی اس کے سر کا تاج کالی مچھلی کے حصے میں ہوگا، اور وہ میرے نام سے پکاری جائے گی، نہیں ہرگز نہیں، وہ دل ہی دل میں بولی، اور پھر آگے بڑھ کر اپنے ساتھیوں سے بولی کیا تم میں سے کوئی جانتا ہے اس پہیلی کا جواب؟ سب نے کہا نہیں، چمکیلی مچھلی کی بات سن کر مچھلی کو غصہ آ گیا وہ بولی، میرا سوال صرف تم سے ہے، باقیوں سے نہیں، ان سب کو بلانے کا میرا ایک ہی مقصد تھا، ہار جیت کا فیصلہ سب کے سامنے ہو، تاکہ جھوٹ سچ کی کوئی گنجائش ہی نہ رہے۔

یہ کہہ کر کالی مچھلی چپ ہوگئی، کافی دیر ہوگئی، چمکیلی مچھلی کبھی اِدھر دیکھے تو کبھی اُدھر دیکھے، اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا، جب بہت دیر ہو چکی، تبھی پانی کے اندر سے وہی سانپ نکلا جس نے کالی مچھلی کو یہ آئیڈیا دیا تھا، وہ چمکیلی مچھلی کی طرف دیکھ کر بولا، اتنا بھی گھمنڈ ٹھیک نہیں، ہار گئی ہو تو اب مان بھی لو، سانپ کی بات سن کر چمکیلی مچھلی کو رونا آ گیا، آنسو پوچھتے ہوئے بولی ’’ہاں میں ہار گئی۔‘‘

سانپ بولا، چلو اچھا ہوا تم نے اقرار تو کیا، اب یہ بھی تو بتا دو تمھارا نام کس کا ہوا؟ چمکیلی مچھلی سر جھکا کر بولی، ’کالی مچھلی‘ کا۔

سانپ بولا چلو دوبارہ اقرار کیا، تو اب میں ہی بتا دیتا ہوں اس پہیلی کا جواب، سانپ کی بات سن کر ساری مچھلیاں ہکی بکی رہ گئیں، سبھی سوچنے لگیں سانپ کو کیسے پتا اس پہیلی کا جواب؟ ابھی سب سوچ میں ڈوبی تھیں کہ سانپ کالی مچھلی کی طرف دیکھ کر بولا، اس بھولی سی مچھلی کی پہیلی کا جواب وہ خود ہے، سب مچھلیاں ایک ساتھ بولیں وہ کیا؟ ہم سمجھے نہیں، اس پر سانپ بولا، وہ رات کالی مچھلی ہے اور اس رات کے دل میں رب کی یاد ہے، یعنی کالی مچھلی کے دل میں رب ہے، صرف رب ہے۔

■

Zaibun Nisa
A-1, 4th Floor M M Apartment
Okhla Vihar, Jamia Nagar
New Delhi -110025
Email.: zaibunnisa2012@gmail.com

حسن کامل کی تلاش

روبینہ

عامر ایک نوجوان مصور تھا جو اپنے فن میں کمال اور بلندی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ دن رات مشق کرتا، ہر پینٹنگ پر گھنٹوں محنت کرتا، لیکن پھر بھی اسے اپنے کام سے مکمل اطمینان نہیں ہوتا تھا۔ ہر انسان کسی مکمل اور بہترین شاہکار کی تلاش میں رہتا ہے عامر بھی اپنی پینٹنگ میں حسن کامل دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کے دوست اس کی صلاحیت کی تعریف کرتے لیکن عامر ہمیشہ اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا۔ ایک دن شہر کی مشہور آرٹ گیلری نے نوجوان فنکاروں کے لیے ایک مقابلے کا اعلان کیا۔ جیتنے والے کو اپنی پینٹنگز کی نمائش کا موقع ملنا تھا۔ عامر نے فیصلہ کیا کہ وہ اس مقابلے میں حصہ لے گا اور ایک ایسی پینٹنگ بنائے گا جو اس کے فن کا مکمل اظہار ہو۔ عامر نے ایک خوبصورت منظر کا انتخاب کیا۔ شہر کے قدیم محلے کا ایک کونا جہاں پرانی عمارتیں، پیچیدہ نقوش والے دروازے، اور رنگین کھڑکیاں تھیں۔ اس نے اپنے آپ کو اس کام میں مکمل طور پر غرق کر دیا۔ ہر دن وہ صبح سویرے اٹھتا اور دیر رات تک کام کرتا۔ ہر برش اسٹروک، ہر رنگ کی پرت، ہر چھوٹی سے چھوٹی تفصیل پر وہ گھنٹوں محنت کرتا۔ دن گزرتے گئے اور مقابلے کی آخری تاریخ قریب آتی گئی۔

عامر کے دوست اس سے ملنے آئے اور اس کی پینٹنگ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

”یہ بہت خوبصورت ہے! تم نے واقعی کمال کر دیا ہے۔“ دوستوں نے کہا۔

لیکن عامر مطمئن نہیں تھا۔ اس نے کہا۔

”نہیں، یہ ابھی مکمل نہیں ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ میں اس عمارت کی چھت کو مزید بہتر بنا سکتا ہوں اور یہ درخت، اس کے پتوں کو مزید تفصیل کی ضرورت ہے۔“

اس کے دوستوں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ پینٹنگ پہلے ہی بہت اچھی ہے، لیکن عامر نے ان کی بات نہیں مانی۔ وہ مزید کام کرنے پر اڑ گیا اور یوں آخری دن

آ گیا۔ عامر نے ساری رات جاگ کر کام کیا، ہر چھوٹی سے چھوٹی غلطی کو درست کرنے کی کوشش کی۔ جب صبح ہوئی، وہ تھکا ہوا اور پریشان تھا۔ اس نے اپنی پینٹنگ کو دیکھا اور محسوس کیا کہ وہ اب بھی اس سے مکمل طور پر خوش نہیں تھا۔

"میں اسے جمع نہیں کر سکتا۔" اس نے سوچا۔ "یہ اب بھی پرفیکٹ نہیں ہے۔؟"

اس کے دوست اسے لینے آئے تا کہ وہ اسے مقابلے میں شرکت کے لیے لے جا سکیں۔ انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، لیکن عامر نے جواب نہیں دیا۔ وہ اندر گئے اور دیکھا کہ عامر اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا، اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"کیا ہوا؟" انھوں نے پوچھا۔

"میں ابھی اسے جمع نہیں کر سکتا" عامر نے کہا۔ "یہ پرفیکٹ نہیں ہے۔ مجھے مزید وقت چاہیے۔"

اس کے دوستوں نے پینٹنگ کو دیکھا۔ انھیں یہ پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت لگی۔

"عامر، یہ بہت شاندار ہے! تم نے اس پر اتنی محنت کی ہے۔ اسے ضائع مت کرو۔" دوستوں نے کہا۔

لیکن عامر نے سر ہلا دیا "نہیں، میں اسے اس طرح نہیں دکھا سکتا۔ میں مقابلے میں شرکت نہیں کروں گا۔"

اس کے دوست مایوس ہوئے لیکن انھوں نے اس کا فیصلہ قبول کر لیا وہ وہاں سے چلے گئے، اور عامر اپنے کمرے میں اپنی 'نامکمل' پینٹنگ کے ساتھ اکیلا رہ گیا۔

کچھ ہفتے بعد، عامر کو پتہ چلا کہ اس کی ایک دوست سارہ مقابلے میں جیت گئی تھی۔ اور اس کی نمائش لگی ہے

وہ اس کی نمائش دیکھنے گیا۔ سارہ کی پینٹنگز خوبصورت تھیں لیکن وہ اتنی تفصیلی نہیں تھیں جتنی عامر کی تھیں۔ پھر بھی لوگ اس کی تعریف کر رہے تھے۔ عامر نے سارہ سے ملاقات کی اور کہا "تمھاری پینٹنگز بہت خوبصورت ہیں، لیکن تم نے انہیں اتنا تفصیلی کیوں نہیں بنایا؟"

سارہ نے مسکرا کر کہا، "میں نے سیکھا ہے کہ کبھی کبھی ہمیں اپنے کام کو مکمل کر دینا چاہیے، چاہے وہ ہمارے خیال میں پرفیکٹ نہ ہو۔ اگر ہم ہمیشہ پرفیکشن کی تلاش میں رہیں گے تو ہم کبھی کچھ مکمل نہیں کر پائیں گے۔ میں نے اسے اپنا بہترین وقت دیا، اور پھر اسے دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔"

عامر کچھ سوچتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کی پرفیکشن کی خواہش نے اسے اپنے کام کو پیش کرنے سے روک دیا تھا۔ اس نے اپنی صلاحیت و ہنر کے جوہر دنیا کو دکھانے کا ایک اچھا موقع کھو دیا تھا۔

اس دن کے بعد عامر نے اپنے کام کرنے کے طریقے کو بدل دیا۔ وہ اب بھی اپنی پوری کوشش کرتا لیکن

وہ یہ سمجھ گیا تھا کہ کبھی کبھی 'اچھا' کافی ہوتا ہے۔اس نے اپنی پینٹنگز کو مقامی کیفے میں دکھانا شروع کیا، پھر چھوٹی گیلریوں میں۔ دھیرے دھیرے لوگ اس کے کام کو پہچاننے لگے اور پسند کرنے لگے۔ایک سال بعد، عامر کو پھر سے اسی بڑی گیلری سے مدعو کیا گیا۔اس بار، اس نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنی پینٹنگز جمع کرا دیں۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے مطابق وہ پرفیکٹ نہیں ہیں لیکن وہ اس کی بہترین کوشش تھی اور وہ ان پر فخر محسوس کرتا تھا۔اس کی نمائش کو بہت پسند کیا گیا۔لوگوں نے اس کی پینٹنگز کی تعریف کی، ان کی گہرائی اور پینٹنگز میں عیاں ہوتے جذبات کو سراہا۔عامر نے محسوس کیا کہ اس نے اپنے فن کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو چھو لیا تھا اور یہ کسی بھی 'پرفیکٹ' پینٹنگ سے کہیں زیادہ اہم تھا۔

بچو! اس کہانی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ پرفیکشن کی حد سے زیادہ خواہش کبھی کبھی ہماری ترقی اور کامیابی میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔ پرفیکشن کی تلاش اچھی بات ہے لیکن اس کی حد ہونی چاہیے۔ ہمیں اپنے کام میں بہتری کی کوشش کرنی چاہیے لیکن یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ کوئی بھی کام کبھی مکمل طور پر کامل نہیں ہوتا۔ ہر چیز میں ہمیشہ بہتری کی گنجائش رہتی ہے۔

■

Dr. Rubeena
Assistant Professor
Dept. of Education & Training
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad - 32
Mob .: 9492530291
syedarubeena1@gmail.com

Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

سالانہ خریداری فارم

میں بچوں کی دنیا' کارکی سالانہ خریدار بننا چاہتا/چاہتی ہوں۔

145 روپے کا ڈرافٹ/منی آرڈر .... تاریخ ....

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زرِتعاون سالانہ -/145 روپے A/C: 90092010045326، IFSC: CNRB0019009

میں جمع کروا دیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ....

پتہ : ....

....

....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

Email.: magazines@ncpul.in , 011-26108159 :فیکس 011-26109746 :فون

دستخط

حسن کی بلی

شاداب ابراہیم

بلی کالی تھی مگر نرالی تھی، اس کی آنکھیں رات کی تاریکی میں چمکتی تھیں دور سے ہی خود کے ہونے کا احساس کراتی تھیں، دن کے اجالے میں اسے دیکھنا مشکل نہیں تھا۔ دن بھر وہ گھر میں ادھر ادھر گھومتی رہتی اور 'میاؤں میاؤں' کرتی رہتی۔ اگر کوئی کھانا کھانے بیٹھتا تو وہ قریب آ کر سکون سے بیٹھ جاتی اور کھانے والے کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتی رہتی، جو کچھ اسے ملتا وہ کھا لیتی، گھر کا ہر فرد اس کی اس عادت کو پسند کرتا تھا۔ بلی نے گھر میں رکھے کسی کھانے میں کبھی منہ نہیں ڈالا تھا، دودھ کی کھلی ہوئی دیگچی اس کے سامنے ہوتی پھر بھی وہ اس میں منہ نہیں ڈالتی تھی۔

حسن کی عمر آٹھ سال تھی، وہ بلی کے ساتھ کھیل کر بڑا ہوا تھا، بلی حسن کی آواز کو اچھی طرح سے پہچانتی تھی، حسن بھی اس بات کو اچھی طرح سے جانتا تھا کہ بلی کس وقت کہاں ہوگی، دونوں میں گہری دوستی تھی، صرف دوستی ہی گہری نہیں تھی، بلکہ آنکھوں ہی آنکھوں میں گفتگو بھی ہو جایا کرتی تھی، کبھی کبھی یہ گفتگو دیر رات تک چلتی رہتی، حسن بلی کو گود میں لیے بیٹھا رہتا، کبھی اس کی دم کو پکڑتا، کبھی اس کی آنکھوں میں آنکھ ڈالتا، کبھی اس کی مونچھوں کو درست کرتا، کبھی اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا جس سے بلی کو راحت محسوس ہوتی لیکن جب یہ سلسلہ دراز ہوتا تو بلی اکتا جاتی اور اچھل کر حسن کی گود سے نیچے آ جاتی، پھر جب حسن بلاتا تو نخرے دکھاتی، اتراتی، ادھر ادھر بھاگنے لگتی، کبھی صوفے کے نیچے گھس جاتی تو کبھی ڈائننگ ٹیبل کے نیچے، کبھی اچھل کر کرسی پر بیٹھ جاتی، اس طرح سے وہ حسن کو تھکا دیتی اور اس کے ہاتھ نہیں لگتی۔ حسن مایوس ہو کر اپنی جگہ بیٹھ جاتا، کچھ دیر تک وہ اسی طرح بیٹھا رہتا اور بلی بھی دور سے بیٹھ کر اسے دیکھتی رہتی، جب بلی کو لگتا کہ اس کا دوست اس سے خفا ہو گیا ہے، تو وہ اس کے پاؤں کے پاس آ جاتی، اپنے بدن سے حسن کے دونوں پاؤں کو سہلاتی اور اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کرتی مگر ناکام رہتی، پھر اچھل کر حسن کی گود میں بیٹھ جاتی، کبھی حسن کے ہاتھ کو، تو کبھی گال کو اپنی زبان سے چاٹنے لگتی، بلی کی اس

ادا سے حسن اس کی طرف متوجہ ہونے پر مجبور ہو جاتا اور وہ بھی بلی کے سر پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرنے لگتا، اس طرح سے بلی اپنے دوست کو منا لیتی اور اس خوشی میں وہ اپنی دم کو گول گول گھما کر 'میاؤں میاؤں' کرنے لگتی اور پھر سے دونوں کے درمیان گفتگو اور کھیل کود کا سلسلہ چل پڑتا مگر جلد ہی والدہ آواز دے دیتیں:

حسن... حسن... رات زیادہ ہو چکی ہے... چلو... اب سو جاؤ۔

والدہ کی آواز سن کر حسن اپنی جگہ سے اٹھتا اور بلی کو شب بخیر کہتے ہوئے اپنے کمرہ کی طرف چلا جاتا بلی بھی اپنی جگہ جا کر سو جاتی۔

حسن کی آنکھیں جب صبح کھلتیں تو بلی کو تلاش کرتا۔ روزانہ اس کا یہی معمول تھا، بلی کے بغیر اسے سکون نہیں ملتا، بستر سے اٹھ کر سب سے پہلے بلی کو اپنی گود میں اٹھاتا، چومتا چاٹتا اور لاڈ پیار کرتا، اس کے بعد ہی برش کرنے کے لیے جاتا، بلی میں گویا حسن کی جان بسا کرتی تھی، بلی سے جدا ہونا اسے گراں گزرتا تھا اسکول روانہ ہونے سے پہلے تک بلی کے ساتھ ہی رہتا، والدہ اپنے ہاتھوں سے اسے ناشتہ کرواتی اور وہ بلی کو گود میں لیے بیٹھا رہتا اور پلیٹ سے کھانا لے کر بلی کو کھلاتا رہتا، درمیان میں والدہ ڈانٹ بھی دیتی مگر وہ اتنا کھلا دیتا کہ بلی شکم سیر ہو جاتی اور جیسے ہی وہ اسکول کے لیے نکلتا بلی اپنی جگہ پر جا کر آرام سے سو جاتی درمیان میں اسے کچھ بھی کھانے کی ضرورت نہیں پڑتی، اسکول سے واپس آ کر ہی اسے نیند سے جگاتا، گھر سے باہر کھیلنے کے لیے جاتا تب بھی بلی ساتھ ہوتی، نہانے جاتا تو غسل خانے کے دروازے پر بیٹھی رہتی، بلی کسی بھی صورت میں حسن کا ساتھ نہیں چھوڑتی تھی، وہ بھی اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔

ایک دن حسن اسکول جانے سے پہلے جب بلی کو دودھ پلا رہا تھا تو اسے ایسا لگا کہ آج وہ سست ہے زیادہ اچھل کود نہیں کر رہی ہے اور نہ ہی دودھ پینے میں زیادہ دلچسپی دکھا رہی ہے، اس لیے اسکول جاتے وقت راستے بھر سوچتا رہا کہ اسکول سے واپس آ کر بلی کے لیے دوا لانا ہے، اگر اسے دوا نہیں دی جائے گی تو زیادہ بیمار ہو جائے گی، اس لیے چھٹی ہوتے ہی فوراً گھر کے لیے نکل گیا، حالانکہ روزانہ آئس کریم کھانے کے بعد گھر جاتا تھا، تیز قدموں سے چلتے ہوئے بہت جلد گھر پہنچ جانا چاہتا تھا اور اپنی بلی کو دیکھنا چاہتا تھا کہ اس کی طبیعت اب کیسی ہے مگر جیسے ہی گھر پہنچا تو اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا کیونکہ آج بلی نے چار بچے دیے تھے، بچوں کو دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کبھی بچوں کو گود میں اٹھاتا تو کبھی چومتا، بلی بھی اس کی حرکت کو دیکھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔

حسن کی مصروفیت اب مزید بڑھ گئی، بلی کے ساتھ ساتھ اب بچوں کا بھی خیال رکھنا پڑتا تھا، بلی کے لیے اب الگ سے دودھ لاتا، اسکول جانے سے پہلے بلی کو کھانا کھلا چکا ہوتا اور اسکول کے لیے نکلنے کے وقت ایک پیالے میں بلی کے سامنے دودھ رکھ کر جاتا، بلی کا جب جب دل چاہتا وہ پی لیا کرتی حسن جب واپس آتا تو پیالے میں پھر سے دودھ ڈال دیتا، روزانہ اسکول جانے سے پہلے حسن بلی کے لیے پیالے میں دودھ ضرور رکھ دیتا تھا، اسی درمیان اس کے اسکول میں سالانہ امتحان شروع ہو گیا، امتحان کی وجہ سے کتابوں میں زیادہ مصروف رہنے

لگا پھر بھی کسی نہ کسی طرح سے بلی کے لیے وقت نکال لیتا تھا، بلی کو کھانا کھلانا اور دودھ پلانا کسی بھی حال میں نہیں بھولتا تھا حالانکہ امتحان کی تیاری کے لیے کبھی کبھی اپنے دوستوں کے گھر بھی چلا جایا کرتا پھر بھی بلی کا خیال رکھنا نہیں بھولتا، ایک دن صبح سویرے حسن کا دوست اصغر اس کے گھر آیا، دونوں امتحان کی تیاری میں لگ گئے، وقت کس طرح سے گزرا پتہ نہیں چلا، اسکول جانے کا وقت ہو گیا، اصغر اپنے گھر گیا، حسن بھی جلدی سے تیار ہو کر اسکول کے لیے نکل گیا، دونوں وقت پر اسکول پہنچ گئے اور امتحان میں شامل ہو گئے۔

دوران امتحان حسن کو یاد آیا کہ آج تو بلی کے لیے پیالے میں دودھ نہیں رکھا تھا، اسی وجہ سے اس نے امتحان ختم ہوتے ہی گھر کی راہ لی، گھر پہنچتے ہی بلی کے لیے دودھ لے کر دوڑا، مگر بلی اپنی جگہ سے غائب تھی، بلی کے بچے بھی نہیں تھے، بلی کو ادھر ادھر تلاش کیا لیکن بلی کہیں نہیں ملی، نہ صوفے کے نیچے، نہ چھت کے اوپر، اس کی بے چینی بڑھ گئی پھر بھی تلاش کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ جب بلی کو نہیں ڈھونڈ پایا تو اس نے والدہ سے دریافت کیا، والدہ نے تو پہلے بات ٹالنے کی کوشش کی اور دوسری باتوں میں الجھا دیا، مگر اس کی ضد بڑھتی جا رہی تھی، بلی کے بغیر وہ بے چین ہو رہا تھا۔

اس کی نگاہیں بلی کو ڈھونڈ رہی تھیں، کسی بھی طرح سے بلی کو دیکھنا چاہ رہا تھا، مگر والدہ کھانا بنانے میں لگی ہوئی تھیں۔ اس کی باتوں کو ان سنی کر رہی تھیں، اس کی بے بسی اب غصے میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی، اس نے زور سے والدہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا میری بلی کہاں ہے؟ آپ کیوں نہیں بتا رہی ہو، غصے کی وجہ سے حسن کی پیشانی پر پسینہ آ گیا اور آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے بھی ٹپکنے لگے، والدہ نے آنکھوں سے آنسو پوچھے اور گود میں اٹھانے کی کوشش کی مگر گود میں جانے سے انکار کرتے ہوئے کہا! میری بلی کہاں ہے ؟ پہلے یہ بتائیے۔

والدہ نے پہلے اسے ایک چاکلیٹ دیا اور کہنا شروع کیا کہ بلی اور اس کے بچوں کو والد صاحب نے کھیت میں پھینک دیا ہے کیونکہ بلی نے آج سارا کا سارا دودھ پی لیا تھا اور تم دن بھر بلی کے چکر میں لگے رہتے تھے۔

اس نے چاکلیٹ کو فرش پر پھینکتے ہوئے کہا! کس طرف اور کس کھیت میں پھینکا ہے؟

وہ خود پر قابو نہیں رکھ پا رہا تھا۔

جلدی بتائیے کہاں پھینکا ہے؟ کس طرف پھینکا ہے؟

والدہ حسن کو بتانا نہیں چاہ رہی تھیں اور کسی طرح

سے بہلا پھسلا کر بلی کے خیال سے الگ کرنا چاہ رہی تھی مگر وہ ماننے کو تیار نہیں تھا مسلسل روتا جا رہا تھا، اس کی زبان پر ایک ہی جملہ تھا:

میری بلی کہاں ہے؟ اسے کہاں پھینک دیا؟

میری بلی کہاں ہے؟ اسے کہاں پھینک دیا؟

حسن کسی بھی طرح سے ماننے کو تیار نہیں تھا، والدہ نے حسن کے سامنے بے بس ہوتے ہوئے کہا:

اچھا... چپ ہو جاؤ... بتاتی ہوں۔

والدہ نے اسے گود میں اٹھایا اور آنسو پوچھتے ہوئے کہا! والد نے بلی اور اس کے بچوں کو آم کے باغ کے پیچھے والے کھیت میں پھینکا ہے۔

اتنا سنتے ہی وہ دوڑ پڑا، والدہ چلاتی رہیں!

باغ کے پاس پہنچ کر اس نے بلی کو آواز دی، کچھ دیر تک تو بلی سمجھ نہیں پائی مگر جیسے ہی اسے احساس ہوا کہ یہ حسن کی آواز ہے تو اس نے 'میاؤں میاؤں' کرتے ہوئے جواب دیا، حسن جلدی سے بلی کے پاس پہنچا، بلی کی حالت دیکھ کر چند لمحوں کے لیے ہوش وحواس کھو بیٹھا، اسے کچھ سمجھ میں نہیں آیا، پھر اس نے جیسے ہی بلی کو ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو بلی نے غراتے ہوئے کہا:

تم مجھے ہاتھ مت لگاؤ! تم انسانوں میں رحم اور ہمدردی نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔

بلی کی آنکھوں سے گویا خون ٹپک رہا تھا، اب تک اس کے تین بچے مر چکے تھے، اور ایک بچہ بھی نیم مردہ حالت میں تھا۔

وہ بلی کے پاس بیٹھ گیا بہت دیر تک خاموش بیٹھا رہا، بلی بھی غمگین حالت میں بیٹھی ہوئی تھی، اس کی آنکھوں کے آنسو سوکھ چکے تھے۔

تھوڑی دیر بعد حسن نے بلی سے کہا، چلو گھر چلتے ہیں۔ لیکن بلّی کچھ نہ بولی۔

بلی کچھ دیر تک اس کا منہ دیکھتی رہی... اور پھر اس نے اپنے نیم مردہ بچہ کو منھ میں دبایا اور ایک طرف چلی گئی۔

■

Shadab Ibrahim
At. & Po. Bauram
Via Biraul Ps. Jamal Pur
Distt. Darbhanga - 847203 (Bihar)
Mob: 9304786489
Ibrahimmdshadab786@gmaiil.com

جواب

1	آلو	2	سات	3	گنگا	4	وٹامن سی
5	راکیش شرما	6	الفریڈ نوبل	7	Jordan River	8	Tibetan Plateau
9	The Amazon Rainforest	10	افریقہ	11	نیوزی لینڈ	12	1912
13	Big Ben	14	Know your customer	15	Portable Document Format	16	جام جہاں نما
17	1591	18	اتر پردیس	19	مرزا اسداللہ خاں غالب	20	الطاف حسین حالی

قسط 12

جنگل کی کہانی

رمیش نارائن تیواری

مترجمہ

زینت شہریار

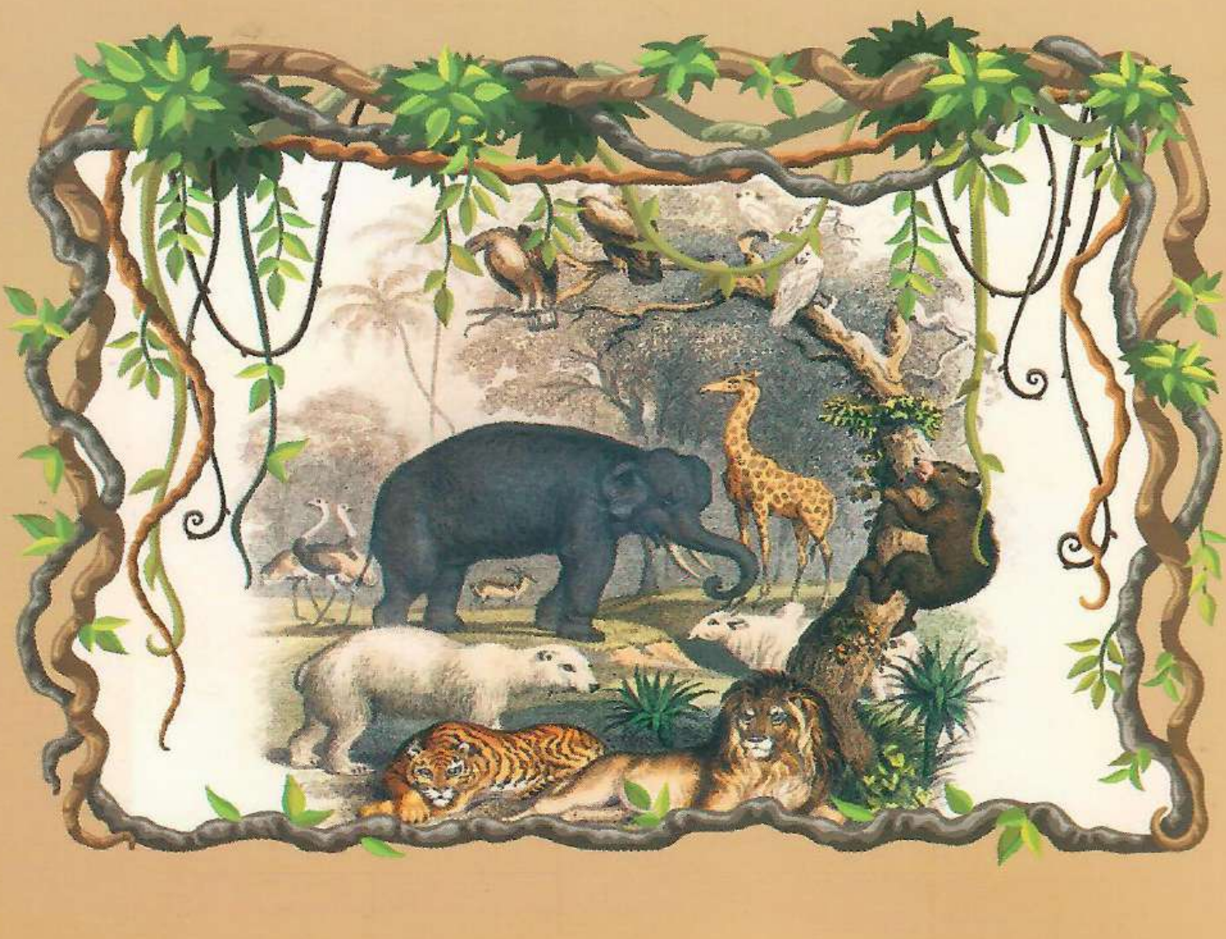

پیارے بچو! ہر عمر کے لوگوں کو قصے اور کہانی سننے کا شوق ہوتا ہے، خاص طور پر بچپن میں کہانیوں سے دلچسپی ہوتی ہے اورسبق آموز کہانیوں سے بہت کچھ سیکھتے بھی ہیں۔ اسی وجہ سے دادی، نانی اور امی وغیرہ سے کہانیاں سنانے کی فرمائش کرتے ہیں۔ بچوں کی پسندیدہ چیزوں میں جنگل اور جنگلی جانور کافی اہمیت کے حامل ہیں، بچے ٹیلی ویژن پر بھی ایسے کارٹون اور کہانیاں شوق سے دیکھتے ہیں۔

'جنگل کی کہانی' رمیش نارائن تیواری کی عمدہ کتاب ہے جس کا اردو ترجمہ زینت شہریار نے کیا ہے، بھیڑیا، شیر، بندر، اژدھا، موگلی اور فا وغیرہ اس کتاب میں بیس کہانیاں شامل ہیں جو آپس میں مربوط ہیں۔ بچوں کی دلچسپی اور پسندکے پیش نظر 'جنگل کی کہانی' کے عنوان سے ایک نیا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے امید ہے کہ اسے آپ پسند کریں گے اور ان سے سبق بھی حاصل کریں گے۔

اب تک آپ بھیڑیا اور گیدڑ، شیر خاں کی دھمکی، بھیڑیا گروہ میں موگلی کا مطالعہ، شیر خاں کی سازش، لال پھول کا کرشمہ، موگلی جنگل سے انسانوں کی بستی میں، شیر خاں کا خاتمہ، انسانی سماج سے اخراج، قسم پوری ہوئی پڑھ چکے ہیں۔ 'بندروں کی بری صحبت میں' میں بتا گیا ہے کہ موگلی کو بھالودادانے جنگل کا قانون اورجنگلی جانوروں کے ذریعے استعمال کیے جانے والے خفیہ الفاظ سکھائے تاکہ مستقبل میں ہرطرح کی پریشانیوں اور دشواریوں سے محفوظ رہ سکے، بھالو اوربگھیرا کو جب پتاچلا کہ موگلی بندروں کے ساتھ تھاتو وہ دونوں بہت ناراض ہوئے اورموگلی سے کہاکہ وہ بندروں سے دور رہے اس لیے کہ وہ لوگ بدمعاش ہیں اور ان کاکوئی قانون بھی نہیں ہے، موگلی نے ان دونوں کے مشوروں کو غور سے سنااورارادہ کرلیاکہ وہ مستقبل میں بندروں سے کوئی میل جول نہیں رکھے گا۔ اب آگے (ادارہ)

موگلی بندروں کی قید میں

اگلی چیز جو موگلی کو یاد پڑی وہ تھی اپنی بانہوں اور پاؤوں پر کئی ہاتھوں کا لمس۔ کھردرے اور سخت، قوی اور چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کا لمس اور پھر چہرے پر درخت کی پتلی شاخوں اور پھنگیوں کا ایک جھپکا۔ آنکھیں کھلتے ہی اس نے خود کو درخت کی اونچی پتلی شاخوں سے نیچے کی طرف دیکھتے ہوئے پایا۔ بھالو دادا نے اپنی بھاری آواز میں چلا چلا کر سارا جنگل سر پر اٹھالیا تھا۔ ادھر بگھیرا اپنا ڈراؤنا منھ پھاڑے ہوئے درخت کے تنے پر لپکتا ہوا بڑی تیزی سے چڑھ رہا تھا۔ بندروں نے فتح کی ایک کلکاری ماری۔ واہ اور بھی اونچی اور پتلی شاخوں پر چڑھ گئے جہاں تک چڑھنے کا حوصلہ بگھیرا نہیں کرسکتا تھا۔ بندر چلاتے جارہے تھے۔ ''اس نے ہماری طرف دھیان دیا ہے۔ دیکھو، دیکھو بگھیرا نے ہماری طرف دھیان دیا۔ سارا جنگل ہماری ہوشیاری اور چالاکی کی تعریفیں کرتا ہے۔''

درخت کی اونچی اونچی شاخوں پر پہنچ کر بندروں نے تیزی سے بھاگنا شروع کردیا۔ درختوں کی راہ سے گزرتے ہوئے بندروں کا بھاگنا ایسی چیز ہے جس کا کوئی بیان نہیں کرسکتا۔ درختوں کے اوپر ان کی اپنی سڑکیں زمین سے 50 فٹ سے لے کر ستر 70 یا سو100 فٹ کی اونچائی پر بچھی ہوتی ہیں۔ اگر ضرورت ہو تو وہ سب رات میں بھی

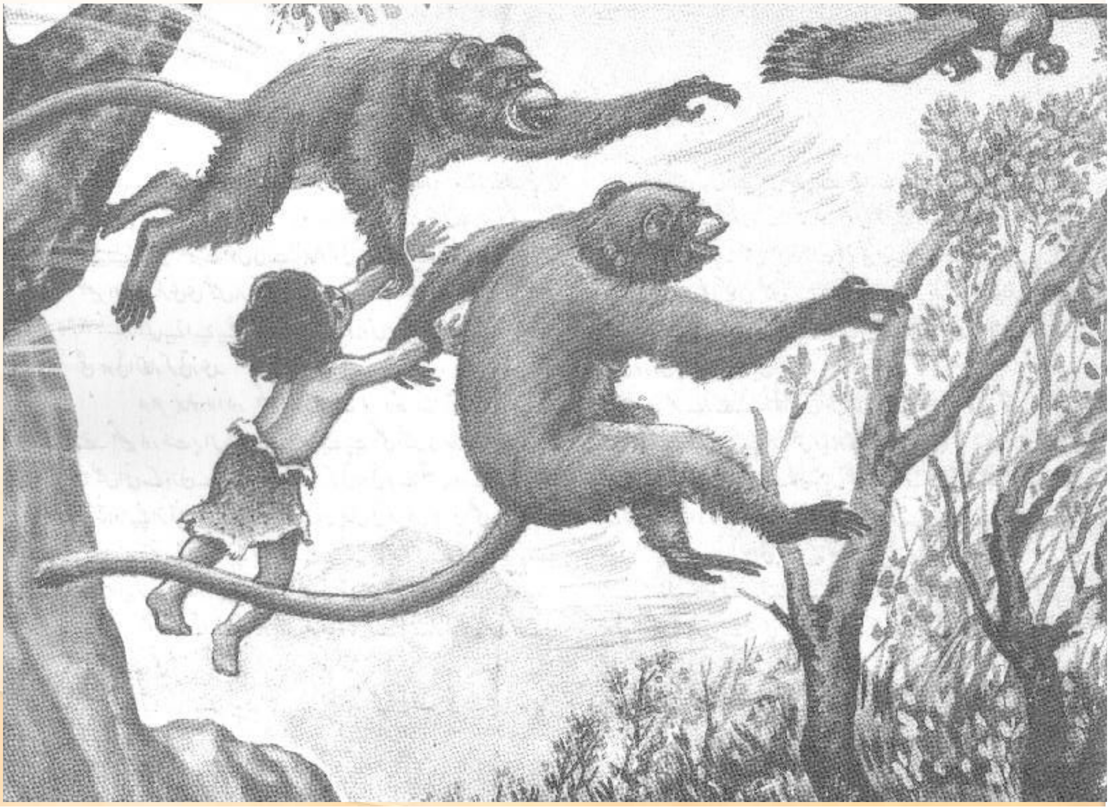

ان ہی راستوں سے سفر کر سکتے ہیں۔ دو بہت ہی طاقتور بندروں نے موگلی کا ایک ایک بازو مضبوطی سے پکڑ لیا اور ایک شاخ سے دوسری شاخ پر بیس بیس فٹ لمبی چھلانگ لگاتے ہوئے چل پڑے۔ اگر ان لوگوں کو اکیلے اور بغیر بوجھ لیے چلنا پڑتا تو وہ کم سے کم اس کی دوگنی رفتار سے چل سکتے تھے۔ لیکن موگلی کے بوجھ کی وجہ سے ان کی رفتار دھیمی تھی۔ موگلی کا دل گھبرا رہا تھا اور بیچ بیچ میں بہت دور نیچے دکھائی پڑ جانے والی زمین کی جھلک اسے خوف زدہ کر دیتی تھی۔ خالی ہوا میں بیس بیس فٹ کی لمبی چھلانگ کے پہلے اور بعد میں لگنے والے بھیانک جھٹکوں سے اس کا کلیجہ منھ کو آ رہا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس انوکھے اور نئے تجربے میں اسے مزہ بھی آ رہا تھا۔ دونوں بندر اسے لیے ہوئے سب سے اونچی شاخوں پر تب تک چڑھتے جاتے جب تک کہ وہ وزن سے نیچے جھک کر چٹخنے جیسی آواز نہیں کرنے لگتی تھی اور پھر وہ سب اسے لیے دیے ایک ہنکار کے ساتھ دور سامنے دکھائی دینے والی نچلی شاخ پر جانے کے لیے ہوا میں پھاند پڑتے اور تب تک گرتے ہی جاتے جب تک کہ اگلے درخت کی متعین شدہ نچلی والی شاخ ان کے ہاتھ یا پیروں کی گرفت میں نہیں آ جاتی۔ کبھی کبھی اسے اپنے چاروں طرف میلوں تک ہرے بھرے جنگل کا وسیع منظر دکھائی پڑتا۔ اسی طرح کہ جہاز کے مستول پر چڑھا آدمی اپنے چاروں طرف سمندر کا پانی ہی پانی پھیلا دیکھ سکتا ہے۔ لیکن دوسرے ہی پل اس کے چہرے پر پتیوں اور شاخوں کے سونٹے جیسے لگتے اور موگلی اور اس کے دونوں پہرے دار لگ بھگ زمین تک پہنچ جاتے اس طرح کلکاری مارتے، چلاتے چیختے اور ہنکار بھرتے اور ایک درخت سے دوسرے درخت پر کودتے پھاندتے بندروں کا سارا گروہ درختوں کے راستے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ موگلی ان کا قیدی تھا۔

ادھر بھالو دادا اور بگھیرا مارے غصے اور دکھ کے آگ بگولہ ہورہے تھے۔ بگھیرا درخت پر اس تیزی سے چڑھا جیسے پہلے کبھی نہیں چڑھاتھا۔ لیکن پتلی پتلی شاخیں اس کے وزن سے چٹاخ چٹاخ کی آواز کرتی ہوئی ٹوٹنے لگیں اور بے بس ہوکر وہ سرکتا ہوا نیچے اترآیا۔ اس کے پنجوں میں تنے کی چھال کی کھرچن بھر گئی تھی۔

کچھ وقت تک تو موگلی ڈرتا رہا کہ کہیں اسے نیچے نہ گرا دیا جائے۔ پھر اسے غصہ آنے لگا۔ لیکن سمجھتا تھا کہ چھٹنے کی کوشش بیکار ہوگی۔ اب اس نے چھٹکارے کی ترکیب سوچنی شروع کی۔ پہلی چیز تھی بھالو دادا اور بگھیرا کو اطلاع دینا۔ وہ جانتا تھا کہ بندر جس رفتار سے بڑھ رہے ہیں اس سے اس کے دوست کافی پیچھے چھوٹ جائیں گے۔ نیچے دیکھنا بیکار تھا کیونکہ وہاں سے وہ صرف شاخوں کی پھنگیاں ہی دیکھ پا رہا تھا۔ اس لیے اس نے اوپر دیکھا۔ دور نیلے آسمان میں

بہت اونچائی پر چیل اپنے پنکھوں سے توازن درست کرتے ہوئے نیچے جنگل کی طرف آنکھیں لگائے ہوئے تھی۔ وہ دیکھنے کی کوشش کررہی تھی کہ کہیں کوئی جاندار مرا تو نہیں۔ چیل نے بندروں کو کوئی چیز لے جاتے دیکھا۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ وہ چیز کھانے کے لائق تو نہیں ہے، وہ غوطہ لگا کر چند سو گز نیچے اتر آئی۔ اس نے دیکھا کہ موگلی کو بندر درخت کی اونچی والی شاخ کی طرف گھسیٹ رہے ہیں۔ تبھی اسے چیلوں کے خفیہ الفاظ سنائی دیے۔ 'چیل' حیران رہ گئی اور اس کے منھ سے تعجب کی ایک سیٹی نکل گئی۔ اسی وقت شاخوں کی ایک لہر نے موگلی کو ڈھانپ لیا۔ چیل ہوا میں تیرتی ہوئی اگلے درخت کی طرف بڑھی۔ دوسرے ہی لمحے اسے موگلی کا ننھا سا سانولا چہرہ ایک بار پھر دکھائی دیا۔ وہ چلا کر کہہ رہا تھا: چیل! میرا پیچھا کرو اور پتہ جان لو کہ میں کس راستے کہاں لے جایا جارہا ہوں۔ پھر تم شبنی گروہ والے بھالو دادا کو اور مجلس گاہ والے بگھیرا کو بتا دینا۔''

''تم کون ہو، میرے بھائی؟'' چیل نے گرچہ موگلی کے متعلق سنا تھا۔ لیکن اس سے پہلے اسے کبھی دیکھا نہیں تھا۔

''میں موگلی ہوں۔ موگلی مینڈک۔ موگلی مینڈک کی طرف سے یہ پیغام بھالو اور بگھیرا کو دینا۔ وہ سب لوگ مجھے انسان بچہ کہتے ہیں۔ میرا پیچھا کرنا!

ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگ لگاتے دونوں بندروں کے بیچ لٹکے موگلی نے آخری لفظ چیخ کر کہا۔ چیل اپنی گردن ہلا کر اوپر آ گئی۔ اتنی اوپر آ گئی۔ اتنی اوپر کہ وہ دھول کے ذرہ کی مانند چھوٹی دکھائی دینے لگی۔ وہاں وہ گویا فضا میں تیرتی ہوئی سی اپنی دوربین جیسی تیز نگاہوں سے درختوں کی ہلتی چوٹیوں کو غور سے دیکھتی رہی۔ ان ہی درختوں سے ہو کر موگلی کو لیے ہوئے بندروں کی ٹولی جا رہی تھی۔

''یہ بندر کبھی بہت دور نہیں جاتے۔'' چیل نے دل ہی دل میں ہنستے ہوئے کہا۔ ''یہ جو کام کرنے نکلتے ہیں اسے کبھی پورا نہیں کرتے۔ ہمیشہ نئی نئی باتیں سوچا کرتے ہیں بندر۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو اس بار انھوں نے اپنے لیے سچ مچ مصیبت مول لی ہے۔ بھالو کوئی بچہ نہیں ہے اور میں جانتی ہوں کہ بگھیرا صرف بکری ہی نہیں مار سکتا۔''

اس نے اپنے پنجے بھینچ لیے اور اپنے ڈینوں پر جھولتی ہوئی سی وہ اونچائی پر ٹکی ہوئی انتظار کرتی رہی۔

ادھر بھالو دادا اور بگھیرا مارے غصے اور دکھ کے آگ بگولہ ہو رہے تھے۔ بگھیرا درخت پر اس تیزی سے چڑھا جیسے پہلے کبھی نہیں چڑھا تھا۔ لیکن پتلی پتلی شاخیں اس کے وزن سے چٹاخ چٹاخ کی آواز کرتی ہوئی ٹوٹنے لگیں اور بے بس ہو کر وہ سرکتا ہوا نیچے اتر آیا۔ اس کے پنجوں میں تنے کی چھال کی کھرچن بھر گئی تھی۔

''تم نے انسان بچے کو خبردار کیوں نہیں کیا تھا؟'' بگھیرا بے چارے بھالو دادا پر گرجا، جو بندروں کو آگے پکڑ لینے کی امید میں اٹپٹی چال سے دوڑ نے لگا تھا۔

''اگر تم نے اسے خبردار نہیں کیا تھا تو پھر اسے چپت مار کر ادھ مرا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟''

''جلدی! اے، جلدی! ہم ہم اب بھی ان تک پہنچ سکتے ہیں۔'' بھالو دادا ہانپتا ہوا بولا۔

''اس چال سے! اس چال سے پیچھا کیے جانے پر تو ایک زخمی گائے بھی نہیں تھکے گی۔ اے قانون کے استاد

اور بچوں کو پیٹنے والے بھالو۔ اس طرح لڑھکتے ہوئے تو اگر ایک میل بھی دوڑے گا تو تیرا پیٹ پھٹ جائے گا۔ چپ چاپ بیٹھ کر کسی ترکیب پر غور کیوں نہیں کرتا؟ کوئی منصوبہ بنا یہ بندروں کا تعاقب کرنے کا وقت نہیں ہے۔ اگر ہم تعاقب کرتے ہوئے ان کے بہت قریب پہنچ گئے تو وہ سب موگلی کو زمین پر پھینک سکتے ہیں۔''

'ارے رے... رلا! ہوں اوں اوں! اسے ڈھوتے ڈھوتے تھک کر انھوں نے شاید اسے اب تک نیچے گرا بھی دیا ہوگا۔ بندروں کا کیا ٹھکانہ! ارے، میری کھوپڑی پر مرے چمگادڑ رکھو۔ مجھے کالی ہڈیاں کھانے کو دو مجھے جنگلی شہد کی مکھیوں کے چھتے میں ڈھکیل دو تا کہ وہ مجھے کاٹ کاٹ کر مار ڈالیں۔ مجھے لکڑ بگھے کے ساتھ دفن کر دو کیونکہ بڑا ہی بدنصیب بھالو ہوں ارے ارے۔ رل وا ہوا آ... آ... آ... ہوں اوں اوں! اے موگلی ہائے موگلی! میں نے چپتوں سے تیری کھوپڑی توڑنے کے بجائے تجھے بندر لوگوں سے خبردار کیوں نہیں کیا؟ ہائے، شاید میں نے مار مار کر اس کے دماغ سے دن بھر کا سبق بھی نکال دیا ہوگا اور وہ بے چارہ بغیر خفیہ الفاظ کے جنگل میں بالکل بے سہارا اور تنہا ہوگا۔''

بھالو دادا نے اپنے دونوں پنجے اپنے کان پر رکھ لیے اور آہیں بھرتا ہوا زمین پر لڑھک کر روتا ہوا لوٹنے لگا۔

''کم از کم ابھی تھوڑی دیر قبل تو اس نے سارے خفیہ الفاظ مجھے ٹھیک ٹھیک سنائے تھے۔'' بگھیرا بے صبری سے بولا۔ بھالو دادا تجھے نہ تو کچھ یاد رہتا ہے اور نہ ہی اپنی عزت کا خیال ہے۔ اگر میں، کالا چیتا، اکی (ایک ساہی کا نام) کی طرح بدن سمیٹ کر یوں یوں ہلہ مچانے لگوں تو سارا جنگل کیا سوچے گا؟''

''جنگل کیا سوچے گا، اس کی مجھے کیا پرواہ ہے؟ وہ تو اب تک شاید مر بھی گیا ہوگا۔'' جب تک کہ وہ لوگ اسے محض تماشے کے لیے ہی اوپر سے نہ پھینک دیں یا اتنے اوب جائیں کہ اسے مار ہی نہ ڈالیں، تب تک مجھے انسان بچے کے لیے کسی طرح کا ڈر نہیں ہے۔ وہ عقل مند اور اچھی طرح تعلیم یافتہ ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کے پاس ایسی آنکھیں ہیں جن سے سارے جنگل کے لوگ ڈرتے ہیں۔ بری بات ہے تو بس یہی کہ وہ درختوں پر رہنے والے بندروں کے قبضے میں ہے جنھیں ہم جنگل کے لوگوں کا کوئی خوف نہیں ہے۔'' بگھیرا نے سوچ فکر میں ڈوبے اپنا ایک پنجہ چاٹ لیا۔

''میں بھی کتنا بڑا بیوقوف ہوں۔ اوہ، میں بھی بس موٹا، بھورا، جڑیں کھودنے والا بیوقوف ہوں۔'' بھالو ایک جھٹکے سے سیدھا ہوتا ہوا بولا۔ ''گجراج (جنگلی ہاتھی) بالکل سچ کہتا ہے کہ ہر جاندار کسی نہ کسی چیز سے ڈرتا ہے۔ یہ بندر لوگ چٹان پر کے عظیم الجثہ اجگر 'قا' سے ڈرتے ہیں۔ 'قا' (ایک اجگر مخصوص کا نام) درخت پر اسی مشاق سے چڑھ سکتا ہے جس مشاقی سے کچھ بندر وہ رات میں بندوں کے بچے چراتا ہے۔ اس کا نام سن کر ہی بندروں کی دم تک ٹھنڈی پڑ جاتی ہے۔ چلو ہم لوگ 'قا' کے پاس چلیں۔

■

ماخذ: جنگل کی کہانی: رمیش نارائن تیواری، **مترجمہ:** زینت شہریار، **دوسری اشاعت:** 2022، **ناشر:** قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

سیب کس قدر مفید

محمد خلیل

پھلوں میں سیب ایک ایسا پھل ہے جو سارے پھلوں میں سب سے زیادہ مقبول ہے۔ سیب کی فصل ان علاقوں میں اچھی ہوتی ہے جہاں کا موسم بے حد سرد ہوتا ہے اور وہاں برف باری ہوتی ہے۔ ہندوستان میں سیب کی فصل زیادہ کشمیر، کلوگھاٹی اور کمایوں میں اگائی جاتی ہے۔ جنوبی ہندوستان میں سیب کی فصل بنگلور (کرناٹک) اور نیل گری میں بھی ہوتی ہے۔ سیب کے باغات وہاں موجود ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ہندوستان میں سیب کی فصل تقریباً 50 ہزار ایکڑ میں اگائی جاتی ہے۔ اس کی فصل اگست کے آخر سے اکتوبر کے آخر تک ہوتی ہے۔ سیب مختلف قسموں اور بناوٹ کے پائے جاتے ہیں لیکن زیادہ تر گول سیب پائے جاتے ہیں۔ پھل کھٹے اور میٹھے دونوں طرح کے ہوتے ہیں۔ اس کی کھٹی قسم مربے میں استعمال ہوتی ہے۔ کچھ سیب نہایت رسیلے جب کہ کچھ زیادہ بھربھرے ہوتے ہیں۔ زیادہ پکے ہوئے سیب اکثر جلدی خراب ہوجاتے ہیں، لیکن دوسرے پھلوں کے مقابلے میں اسے زیادہ وقت تک محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔ دنیا میں امریکہ میں سیب کی پیداوار سب سے زیادہ ہوتی ہے۔

سیب میں کاربوہائیڈریٹ، لوہا (فولاد)، کیلشیم، فاسفورس کافی مقدار میں ہوتا ہے۔ ماہرین کے خیال میں سیب وٹامن سی کی کمی سے ہونے والے مرض سے محفوظ رکھتا ہے۔ ہاضمے کو بہتر بنائے رکھنے کے لیے کاربوہائیڈریٹس کو اہم خیال کیا جاتا ہے۔ یہ بات عرصے سے مشہور ہے کہ سیب کھانے والے شخص کو ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑتی، کیونکہ یہ نہایت قوت بخش ہے۔ جب سیب کے ٹکڑے کاٹ کر ہوا میں رکھے جاتے ہیں تو

ٹینینس جیسے کچھ کیمیائی اجزا کی موجودگی سے کچھ دوسرے غذائی اجزا ماحول کی آکسیجن سے ردعمل کرتے ہیں۔ اس ردعمل کے نتیجے میں ہوا میں سیب کے کٹے ٹکڑے بھورے رنگ کے ہو جاتے ہیں۔ جب سیب کے ٹکرے بھورے ہو جاتے ہیں تو پھل کی حیاتین سی غذائیت ختم ہو جاتی ہے۔ سیب کا بھورا ہونا سیب کی مختلف قسموں میں مختلف انداز میں ہوتا ہے۔ اگر آپ سیب کے کٹے ٹکڑوں کو نمک کے محلول (گھول) میں ڈبو کر رکھیں تو انھیں بھورا ہونے سے بچا سکتے ہیں۔

سیب کے پتلے قتلوں کو کاٹ کر دھوپ میں سکھا کر محفوظ کیا جا سکتا ہے، لیکن اس حالت میں موجود غذائی اجزا کی زیادہ مقدار ختم ہو جاتی ہے۔ سیب سے تیار کی ہوئی جیم اور جیلی میں پیکٹن کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ اس طرح سیب سے میٹھی محفوظ اشیا آسانی سے تیار کی جا سکتی ہے۔ سیب کا رس نکال کر محفوظ طور پر رکھ کر استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ سیب کا تازہ رس بھورے پیلے رنگ کا ہوتا ہے اور اس میں بھینی بھینی خوشبو ہوتی ہے۔ سیب کا جوس پیٹ کی کئی تکلیفوں میں مفید ثابت ہوتا ہے۔ اسے بچوں کو بھی پلایا جاتا ہے۔

سیب میں تقریباً 84 فیصد پانی ہوتا ہے۔ پروٹین بھی کثیر مقدار میں موجود ہے اور اسٹیک ایسڈ بھی موجود ہے۔ اس کی مقدار مختلف سیبوں میں الگ الگ ہوتی ہے۔ اس میں فاسفورس تمام سبزیوں سے زیادہ پایا جاتا ہے۔ سیب کے چھلکے میں بھی سبھی قیمتی اجز پائے جاتے ہیں خاص کر وٹامن سی۔ اس طرح چھلکے کی بھی غذائی اہمیت ہے۔ نہار منھ سیب کے استعمال کے بعد دودھ پینے سے جلد کا رنگ نکھر جاتا ہے۔ سیب معدے میں پہنچ کر ہاضمے کے عمل کو تیز کرتا ہے۔ خالی معدے میں سیب کھانے سے بھوک میں اضافہ ہوتا ہے۔

صبح نہار منھ اس کا استعمال قبض کو دور کرتا ہے۔ اس کے استعمال سے جسم میں چستی اور پھرتی آتی ہے۔ یہ جگر کے فعل کو تیز کرتا ہے اور خون کے بننے کا عمل بڑھ جاتا ہے، لیکن ماہرین کی رائے میں معدے اور جگر کی کمزوری کو دور کرنے کے لیے میٹھے سیب کے بجائے کھٹے سیب زیادہ مفید ہوتے ہیں۔ سیب ایک مقوی غذا ہے۔ اس طرح دماغی کام کرنے والوں کے لیے ایک نہایت مفید پھل ہے۔ سیب میں آئرن (فولاد) کے موجود ہونے سے یہ خون کے سرخ ذرات میں اضافہ کرتا ہے۔ سیب قلب کے لیے بھی مفید ثابت ہوتا ہے۔ طبی ماہرین کی رائے میں سیب کا عرق معدے اور آنتوں کے لیے جراثیم کو مارنے اور اس کے اثرات کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

یہ گردوں کو بھی صاف کرنے میں کارگر ہے۔ کہتے ہیں کہ جو لوگ سیب اکثر استعمال کرتے ہیں وہ پتھری جیسی موذی بیماری سے بچے رہتے ہیں۔ کچے سیب کا گودا پیچش کا بہترین علاج ہے۔ اس طرح سیب ایک صحت مند غذا اور دوا دونوں ہے۔

■

Mohammad Khalil
H - 51, Dr. Iqbal Lane
Batla House, Jamia Nagar
New Delhi - 25

مچھر مار ریکٹ

عبدالبدیع

گھر گھر،دھوں دھوں کے شور سے اور ایک عجیب سی بو سے حسن کی آنکھ کھلتی ہے۔ نیند سے بیدار ہونے پر وہ دیکھتا ہے کہ کمرے کی کھڑکی سے دھواں کمرے میں داخل ہو رہا ہے۔ وہ جلدی سے اپنے بستر سے اٹھ کر بالکونی کی جانب بھاگتا ہے۔ جیسے ہی وہ بالکونی کا دروازہ کھولتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس کی گلی دھوئیں سے بھری ہوئی ہے اور ایک آدمی ہاتھ میں ایک مشین لیے ہوئے ہے جس کا منھ موٹر سائیکل کے سائیلنسر جیسا ہے۔ اس سے دھوں دھوں کے شور کے ساتھ دھواں نکل رہا ہے جس کی وجہ سے اس کے اردگرد کے ماحول میں ایک عجیب سی بو پیدا ہو رہی ہے۔

اب اگلی میں وہ آدمی دھواں کیوں کر رہا ہے؟ کمرے کے اندر داخل ہوکر حسن اپنے ابا سے سوال کرتا ہے۔ جو اپنی آرام کرسی پر ایک کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ابا حسن کو بتاتے ہیں بیٹا یہ دھواں مچھروں کو بھگانے کا سرکاری عمل ہے۔ ہمیں اس سے مچھروں سے بچنے میں مدد ملتی ہے۔ ابھی ابا کا جواب ختم ہوا ہی تھا کہ حسن میاں کا ایک اور سوال حاضر ہوا۔ ابا امی بھی شام ہوتے کھڑکیوں کو بند کرتی ہیں اور مجھے کھولنے سے منع کرتی ہیں، بولتی ہیں مچھر گھر کے اندر آجائے گا۔ آخر ہم سب مچھر سے اتنا کیوں ڈرتے ہیں، جب بھی مچھر مجھے کاٹنے کے لیے میرے جسم پر بیٹھتا ہے میں تو اسے اپنے ہاتھوں سے مسل ڈالتا ہوں، یہ تو بہت ہی چھوٹا کیڑا ہوتا ہے۔ ابا نے جواب دیا کہ یہ ایک ادنی سا جاندار بہت ہی خطرناک ہے۔ آپ کو معلوم نہیں یہ ملیریا، ڈینگو، کالازار، چکن گونیا جیسی جان لیوا بیماریوں کو پھیلانے کا ذریعہ ہے، اس کی وجہ سے بیماریاں پھیلتی ہیں اور ایک اچھے صحت مند انسان کو بیمار کر دیتی ہے اس لیے اس کے متعلق زیادہ فکرمند ہونے کی ضرورت ہے۔ ابا کی بات سن کر حسن نے کہا اچھا!۔ تبھی اس کی آپی بریرہ جو کمرے کے باہر ڈائننگ ہال میں ٹیبل پر بیٹھ کر ہوم ورک کر رہی تھی اور ساتھ ہی ابا اور حسن کی گفتگو سن رہی تھی۔ روم میں داخل ہوتی ہے اور بتاتی ہے کہ کچھ دن پہلے اس کی سہیلی ہانیہ کو ملیریا ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے وہ اسکول نہیں آپا رہی تھی۔ یہ چھوٹے سے دکھائی دینے والے مچھر بہت ہی خطرناک ہیں۔ آج ہی اس کے سائنس کے استاد نے اسمبلی کے دوران مچھر سے پھیلنے والی بیماریوں، اس سے بچنے کی ترکیبوں اور ان کو دور بھگانے کے بارے میں بتایا ہے۔ یہ سن کر حسن بولا، آپی مجھے بھی تو بتاؤ کہ ہم مچھروں کو کیسے دور بھگا سکتے ہیں؟

آپی حسن کو بتاتی ہے کہ گھر کے آس پاس کی گندگی کو دور کر کے... کولر کے پانی کو تبدیل کر کے... اپنے

پاس پڑوس میں گندے پانی کو دور کر کے... مچھروں کو مارنے والی دواؤں کا چھڑکاؤ کر کے... اور مچھر دانی کے استعمال سے ہم مچھروں سے بچ سکتے ہیں۔ تبھی امی شام کی چائے اور ناشتہ لے کر حاضر ہوتی ہیں جو باورچی خانے میں ساری گفتگو سن رہی تھیں۔ وہ بھی اس گفتگو میں شامل ہوتی ہیں اور بولتی ہیں، ہم مچھر مارنے والی ریکٹ کے استعمال سے بھی تو مچھروں سے بچ سکتے ہیں۔ مچھر مارنے والی ریکٹ؟ میں تو اپنی ریکٹ سے بال کو مارتا ہوں حسن بول پڑا۔ یہ مچھر مار ریکٹ کس بلا کا نام ہے؟ ابا۔ پھر حسن ایک سوال کے ساتھ ابا کے جواب کا منتظر تھا۔ آج کل حسن میاں کا پسندیدہ مشغلہ سوال پوچھنا اور ہر سوال کا جواب جاننا ہوگیا ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں اگر ہر سوال کا جواب معلوم ہوگا تو وہ اپنی آپی سے زیادہ عقلمند سمجھے جائیں گے۔ ابا حسن کے سوال پر مسکرا کر بولے۔ مچھر مارنے کی ایک الگ ریکٹ ہوتی ہے جو بجلی سے چارج ہو کر مچھر مارنے میں مدد کرتی ہے، اس کی مدد سے ہم مچھروں سے نجات پا سکتے ہیں۔ یہ ایک اچھی سائنس کی ایجاد ہے۔ اس ریکٹ کے استعمال سے ہم مچھروں کو اپنے سے دور کر سکتے ہیں اور وہ بھی کوئی آلودگی پھیلائے بغیر۔ کیونکہ مچھر مارنے والی کوائل اور آل آؤٹ سے ہماری صحت پر برا اثر پڑتا ہے اور ہر کوئی اس کو برداشت نہیں کر سکتا ہے۔ یہ سننے کی دیر تھی کہ بریرہ اور حسن ابا سے ریکٹ کی فرمائش کرتے ہیں۔ ابا بولتے ہیں ٹھیک ہے عزیزو! شام کی چائے ختم کر کے ہم سب بازار چلیں گے اور مچھر مار ریکٹ لائیں گے۔ ابا کے ساتھ بریرہ اور حسن بازار جاتے ہیں اور دونوں اپنے اپنے لیے ایک ایک مچھر مار ریکٹ لاتے ہیں۔ گھر آکر حسن میاں اپنی ریکٹ سے ایک مچھر جو کمرے کے پردے پر اپنی نیند پوری کر رہا تھا اس پر آزماتے ہیں، ریکٹ جیسے ہی مچھر کے قریب ہوتا ہے مچھر چٹ کی ایک آواز کے ساتھ ڈھیر ہو جاتا ہے۔ جسے دیکھ کر حسن میاں قہقہ لگاتے ہیں اور ابا کو کہتے ہیں، یہ ریکٹ تو بڑے مزے کی چیز ہے، اب مچھروں کی خیر نہیں۔ اگر کوئی مچھر ہمارے گھر کے اندر داخل ہوا اور بیماریاں پھیلانے کی جرأت کی تو میں اس مچھر مار ریکٹ سے اپنے گھر والوں کی حفاظت کروں گا اور ملیریا، ڈینگو سے خود کو اور گھر والوں کو بچاؤں گا۔

ابا حسن کی بات سن کر مسکرائے اور بولے عزیزم صرف ریکٹ کی مدد سے مچھروں سے نجات نہیں پا سکتے، اگر ہمیں سچ مچ مچھروں کے ذریعے پھیلنے والی بیماریوں سے بچنا ہے تو ہمیں اپنے اردگرد صفائی کا دھیان رکھنا ہوگا، اور ساتھ ہی کہیں بھی پانی جمع ہونے سے روکنا ہوگا، ویسے بھی صفائی آدھا ایمان ہے۔ ابا کی بات سن کر حسن اور بریرہ ابا سے کہتے ہیں آج سے ہم صفائی کا خیال رکھیں گے اور ساتھ ہی اپنے ریکٹ کی مدد سے مچھر کو پھیلنے سے روکیں گے اور اس طرح ایک نیا کھلونا مچھر مار ریکٹ کی شکل میں حسن اور بریرہ کے پاس آجاتا ہے۔

■

Abdul Badi
A-162,2nd Floor
Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla
New Delhi-110025
Mob.: 9315795892/9717737992
abdulbadi.jmi@gmail.com

چمن چمن کے پھول

شاعری میں بڑی طاقت ہے۔ اس سے تحریر وتقریر میں تاثیر پیدا ہوتی ہے، خطاب میں زور اور تحریر میں قوت پیدا کرنے کے لیے اشعار کا استعمال بہت کارگر ہوتا ہے۔ پرانے زمانے کے لوگوں کو استاد شعرا کے ہزاروں اشعار یاد ہوا کرتے تھے اور وہ موقع کی مناسبت سے ان اشعار کا استعمال بھی کیا کرتے تھے۔

'چمن چمن کے پھول' میں مختلف رنگ اور شاعروں کے شعر اس لیے دیے جاتے ہیں تاکہ بچے موضوع کی مناسبت سے اچھے اشعار یاد کریں اور اپنی تحریر وتقریر میں اشعار کا موزوں اور برمحل استعمال کرسکیں۔ (ادارہ)

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

—الطاف حسین حالی

بیٹا بیٹی فون پر اکثر بتاتے ہیں مجھے
وقت ملتا ہی نہیں ہے گاؤں آنے کے لیے

—شیو کمار بلگرامی

کچھ اور سبق ہم کو زمانے نے سکھائے
کچھ اور سبق ہم نے کتابوں میں پڑھے تھے

—ہستی مل ہستی

یاد کرنے پہ بھی دوست آئے نہ یاد
دوستوں کے کرم یاد آتے رہے

—خمار بارہ بنکوی

رہ طلب میں کسے آرزوئے منزل ہے
شعور ہو تو سفر خود سفر کا حاصل ہے

—غلام ربانی تاباں

ہے کوئی جو بتائے شب کے مسافروں کو
کتنا سفر ہوا ہے کتنا سفر رہا ہے

—شہریار

ہمارے دامن افکار پر تیرا ہی سایا ہے
خوشا اسکول کہ ہم نے تجھی سے فیض پایا ہے

—عبدالاحد ساز

مرے خدا مجھے اتنا تو معتبر کر دے
میں جس مکان میں رہتا ہوں اس کو گھر کر دے

—افتخار عارف

پتا اب تک نہیں بدلا ہمارا
وہی گھر ہے وہی قصہ ہمارا

—احمد مشتاق

یہ دشت وہ ہے جہاں راستہ نہیں ملتا
ابھی سے لوٹ چلو گھر ابھی اجالا ہے

—اختر سعید خان

تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات

معلوماتِ عامہ بچوں کے کیریئر اور مستقبل سازی کے لیے بہت ضروری ہے۔ جنرل نالج پوری دنیا سے جوڑنے کا ایک مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ اسی کے ذریعے مسابقہ جاتی امتحانات میں کامیابی کے دروازے کھلتے ہیں، اس لیے بچے اگر ابھی سے تاریخ، ادب وثقافت، سماج اور سائنس کے موضوعات اور معلومات پر اپنی توجہ مرکوز کریں تو مستقبل میں ان کے لیے راہیں آسان ہو جائیں گی۔

1. دنیا میں سب سے زیادہ کون سی سبزی پیدا ہوتی ہے؟
2. قوس قزح کتنے رنگوں پر مشتمل ہوتا ہے؟
3. وارانسی کس ندی کے کنارے واقع ہے؟
4. تازہ سبزیاں کھانے سے کون سی وٹامن ملتی ہے؟
5. ہندوستان کے پہلے خلا باز کا نام کیا ہے؟
6. ڈائنا مائٹ کا موجد کون ہے؟
7. دنیا کا سب سے نمکین دریا کون سا ہے؟
8. دنیا کی چھت کہلانے والی جگہ کا نام بتائیں؟
9. دنیا کے سب سے گھنے جنگل کا نام بتائیں؟
10. کون سا براعظم ڈارک براعظم کے نام سے جانا جاتا ہے؟
11. خواتین ٹی20 ورلڈ کپ 2024 کس ملک کی ٹیم نے جیتا؟
12. ٹائی ٹینک جہاز کس سال ڈوبا؟
13. لندن کے مشہور کلاک ٹاور کا کیا نام ہے؟
14. KYC کا فل فارم کیا ہے؟
15. PDF کا فل فارم کیا ہے؟
16. اردو کے پہلے اخبار کا نام کیا ہے؟
17. چار مینار کس سن میں تعمیر ہوا؟
18. ہندوستان کی سب سے زیادہ آبادی والی ریاست کون سی ہے؟
19. غالب کا اصل نام کیا تھا؟
20. غالب کی سوانح 'یادگار غالب' کس نے لکھی ہے؟

(جواب صفحہ نمبر 46 پر ملاحظہ فرمائیں)

ننھے فنکار

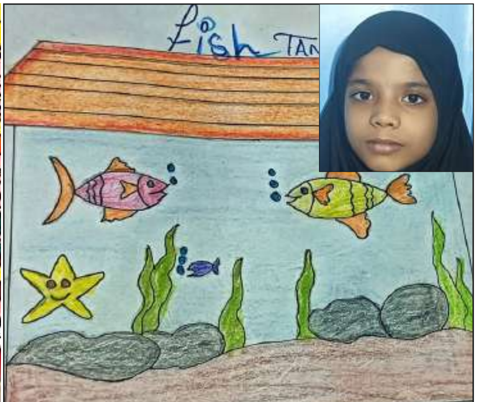

اریبہ عبدالباسط خان درجہ سوم المنار پرائمری اینڈ ہائی اسکول
پوار بستی، چکھلی، پونہ مہاراشٹر

فرحت انجم نظام الدین، درجہ دہم، گورنمنٹ اردو گرلز ہائر سیکنڈری اسکول حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

کبریا شکیل حوالدار، درجہ ہشتم، بیگم قمرالنسا کاریگر گرلز ہائی اسکول و جونیئر کالج، شولاپور، مہاراشٹر

رحمانی پبلک اسکول، رحمانی نگر ٹیوسہ روڈ، کشن گنج، بہار

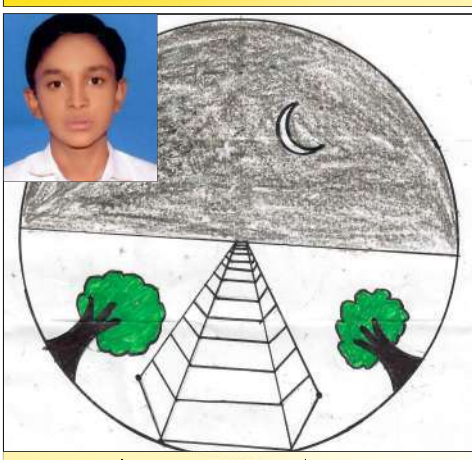

محمد شارق فیروز احمد، درجہ دہم، انصار افتخار
نیشنل ہائر سیکنڈری اسکول، برہانپور، ایم پی

بشریٰ رفیق، ضلع پریشد اردو اسکول، کسارے، دھولیہ، مہاراشٹر

زویا انجم انور خاں، درجہ ششم، عبدالرشید اردو پرائمری و مڈل اسکول، غازی پلاٹ، آکولہ، مہاراشٹر

ریان انصاری اکرام اللہ، درجہ دہم
انصار افتخار نیشنل ہائر سیکنڈری اسکول، برہانپور، ایم پی

نکہت عائشہ عبدالرفیق، درجہ ششم، عبدالرشید اردو پرائمری و مڈل اسکول
غازی پلاٹ، آکولہ، مہاراشٹر

تنویر بانو رفیق انصاری، درجہ نہم، گورنمنٹ اردو گرلز ہائر سیکنڈری اسکول، حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

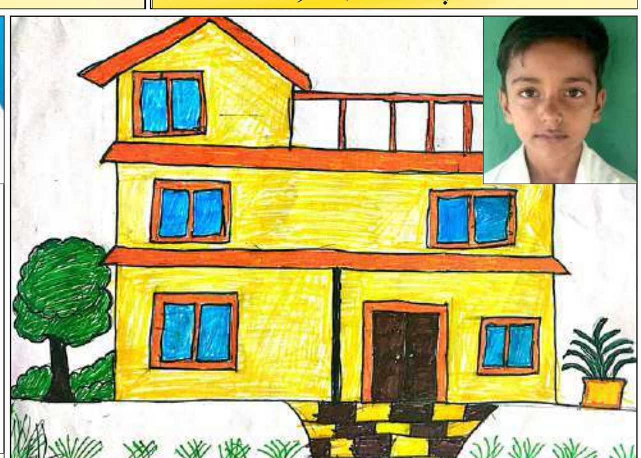

شیخ حسنین شیخ اسلم، ضلع پریشد اردو پرائمری اسکول پیپل گاؤں گاڑے، تعلقہ: جلگاؤں جامود، بڑھانہ، مہاراشٹر

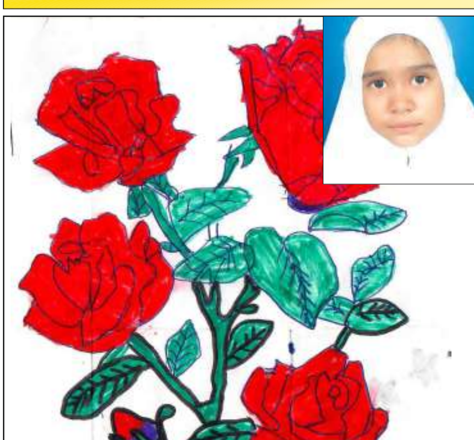

اسما فردوس مزمل خاں، درجہ ششم
عبدالرشید اردو پرائمری و مڈل اسکول، غازی پلاٹ، آکولہ، مہاراشٹر

بی بی عائشہ ریاض شیخ، درجہ ہفتم بی
بیگم قمر النسا کاریگر گرلز ہائی اسکول و جونیئر کالج شولا پور، مہاراشٹر

الصباح اعجاز الدین شیخ، درجہ ہشتم، بیگم قمر النسا کاریگر گرلز ہائی اسکول و جونیئر کالج شولا پور، مہاراشٹر

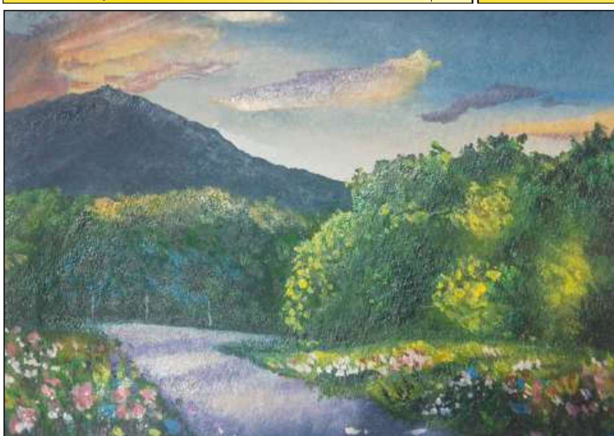

کہکشاں تنویر، درجہ دہم، دہلی پبلک اسکول، اننت ناگ، جموں و کشمیر

عافیہ نفیس، درجہ دوم، اقصیٰ پبلک اسکول، نور چک، مدھوبنی، بہار

عائزہ جان سبزار احمد ریشی، درجہ چہارم
سید صالح انگلش میڈیم پبلک اسکول، سوپٹ کولگام، جموں و کشمیر

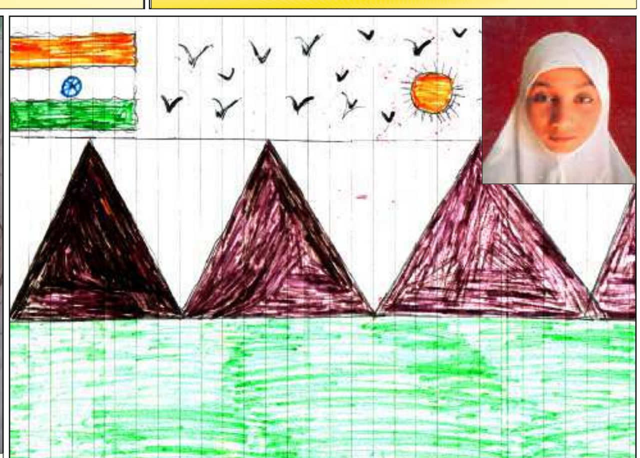

شفا سحر عبدالخالق، درجہ ششم، عبدالرشید اردو پرائمری وڈل اسکول، غازی پلاٹ، آکولہ، مہاراشٹر

شاذیہ خان، درجہ ہفتم، الہدیٰ اردو پرائمری اینڈ ہائی اسکول، وجے پور، کرناٹک

ہادیہ بنت سبزار درجہ ہشتم، سید صالح انگلش میڈیم پبلک اسکول
سوپٹ کولگام، جموں وکشمیر

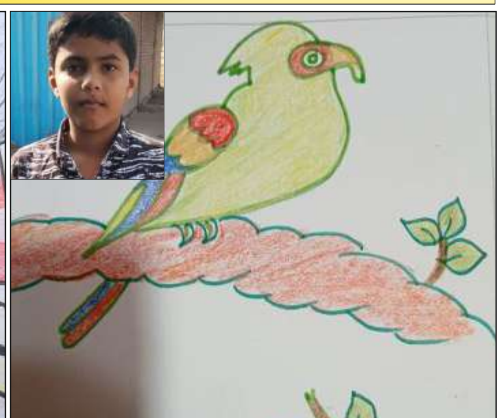

شہزاد صدام، درجہ سوم المنار پرائمری اینڈ ہائیا سکول
پوار بستی چکھلی، پونہ، مہاراشٹر

ماہین گنگور، درجہ ہفتم، الہدیٰ اردو پرائمری اینڈ ہائی اسکول، وجے پور، کرناٹک

عاقب مجیب الدین خان، درجہ ششم، المنار پرائمری اینڈ ہائی اسکول، پوار بستی، چکھلی، پونہ، مہاراشٹر

اقرا فاطمہ، درجہ دوم، اولیوا کیڈمی، چلما پور، گورکھپور، یوپی

قلمکاروں سے چند باتیں

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' ایک مقبول رسالہ ہے جس میں بچوں کے ذہن اور نفسیات کو نظر میں رکھتے ہوئے معلوماتی مضامین، دلچسپ کہانیاں، پیاری پیاری نظمیں اور دیگر مفید تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ اس رسالے میں کوشش کی جاتی ہے کہ پورے ہندوستان کی نمائندگی ہو مگر بسیار کوشش کے باوجود بہت سے علاقوں کی متناسب نمائندگی نہیں ہو پاتی ہے۔ ایسے علاقوں کے ادیبوں کی جستجو ہماری ترجیحی فہرست میں شامل ہے۔

قلمکاروں سے گذارش ہے کہ بچوں کی دنیا کے لیے تحریریں بھیجتے وقت درج ذیل امور کا خاص خیال رکھیں:

- بچوں کے لیے صرف وہی تخلیق ارسال کریں جس سے ان کی معلومات اور آگہی میں اضافہ ہو، خاص طور پر وہ تحریریں جو بچوں میں مطالعے کی تحریک اور ترغیب پیدا کریں۔
- تخلیق کی زبان آسان ہو، مشکل الفاظ سے گریز کریں تو بہتر ہوگا۔
- تخلیق غیر مطبوعہ ہو۔ کسی اخبار/ مجلّے میں ارسال نہ کی گئی ہو۔
- مضمون ان پیج پروگرام میں ہو اور 1200 (بارہ سو) الفاظ سے کم اور 2000 الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔
- مضمون کے ساتھ اپنا تعارف مع تصویر ارسال فرمائیں۔ تعارف میں بچوں کے لیے لکھی گئی کتابوں اور مضامین کا اندراج ضرور فرمائیں۔
- مضمون میں اعداد وشمار رومن میں لکھیں۔
- مضمون ادارے کے مزاج، معیار اور پالیسی کے منافی نہ ہو۔
- تخلیق کی اشاعت کے درمیان کم سے کم تین (3) ماہ کا فاصلہ لازمی ہے۔ اس سے کم مدت میں تخلیق کی اشاعت کے لیے اصرار نہ فرمائیں۔
- کسی دوسری زبان کا ترجمہ اصل متن کے ساتھ ارسال کریں اور مصنف کا اجازت نامہ بھی منسلک کریں۔
- مضمون میں پہلے یا آخری صفحے پر مضمون نگار کا نام، مکمل پتہ مع پن کوڈ (انگلش میں) اور موبائل نمبر ضروری ہے۔

مضمون کی حتمی منظوری ایڈیٹوریل ریویو کے بعد ہی دی جائے گی۔

قلمکار حضرات اخلاقی ضوابط Ethical guidelines کا پورا خیال رکھیں۔

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کو زیادہ مفید مطلب بنانے کے لیے آپ سب کے مشوروں اور تعاون کی ضرورت ہے۔

—ادارہ

www.urducouncil.nic.in

دسمبر 2024 ، قیمت :- 15 ₹

ماھنامہ

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ **اردو دنیا** دہلی

Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے،اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 25 روپے، سالانہ: 240 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

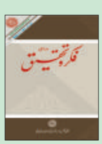

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندوستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159

E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

قلمکاروں سے چند باتیں

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' ایک مقبول رسالہ ہے جس میں بچوں کے ذہن اور نفسیات کو نظر میں رکھتے ہوئے معلوماتی مضامین، دلچسپ کہانیاں، پیاری پیاری نظمیں اور دیگر مفید تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ اس رسالے میں کوشش کی جاتی ہے کہ پورے ہندوستان کی نمائندگی ہو مگر بسیار کوشش کے باوجود بہت سے علاقوں کی متناسب نمائندگی نہیں ہو پاتی ہے۔ ایسے علاقوں کے ادیبوں کی جستجو ہماری ترجیحی فہرست میں شامل ہے۔

قلمکاروں سے گذارش ہے کہ بچوں کی دنیا کے لیے تحریریں بھیجتے وقت درج ذیل امور کا خاص خیال رکھیں:

- بچوں کے لیے صرف وہی تخلیق ارسال کریں جس سے ان کی معلومات اور آگہی میں اضافہ ہو، خاص طور پر وہ تحریریں جو بچوں میں مطالعے کی تحریک اور ترغیب پیدا کریں۔
- تخلیق کی زبان آسان ہو، مشکل الفاظ سے گریز کریں تو بہتر ہوگا۔
- تخلیق غیر مطبوعہ ہو۔ کسی اخبار/ مجلّے میں ارسال نہ کی گئی ہو۔
- مضمون ان پیج پروگرام میں ہو اور 1200 (بارہ سو) الفاظ سے کم اور 2000 الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔
- مضمون کے ساتھ اپنا تعارف مع تصویر ارسال فرمائیں۔ تعارف میں بچوں کے لیے لکھی گئی کتابوں اور مضامین کا اندراج ضرور فرمائیں۔
- مضمون میں اعداد وشمار رومن میں لکھیں۔
- مضمون ادارے کے مزاج، معیار اور پالیسی کے منافی نہ ہو۔
- تخلیق کی اشاعت کے درمیان کم سے کم تین (3) ماہ کا فاصلہ لازمی ہے۔ اس سے کم مدت میں تخلیق کی اشاعت کے لیے اصرار نہ فرمائیں۔
- کسی دوسری زبان کا ترجمہ اصل متن کے ساتھ ارسال کریں اور مصنف کا اجازت نامہ بھی منسلک کریں۔
- مضمون میں پہلے یا آخری صفحے پر مضمون نگار کا نام، مکمل پتہ مع پن کوڈ (انگلش میں) اور موبائل نمبر ضروری ہے۔

مضمون کی حتمی منظوری ایڈیٹوریل ریویو کے بعد ہی دی جائے گی۔

قلمکار حضرات اخلاقی ضوابط Ethical guidelines کا پورا خیال رکھیں۔

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کو زیادہ مفید مطلب بنانے کے لیے آپ سب کے مشوروں اور تعاون کی ضرورت ہے۔

—ادارہ

बच्चों की दुनिया मासिक, दिसंबर 2024, वर्ष 12, अंक 12
BACHON KI DUNIYA Monthly, December 2024 Vol. 12, Issue: 12
National Council for Promotion of Urdu Language
Ministry of Education, Department of Higher Education, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
DL(S) - 01/3439/2022-24
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/11/2024
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month
Total Pages: 64

سوچھ بھارت
ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دل چسپ کتابیں

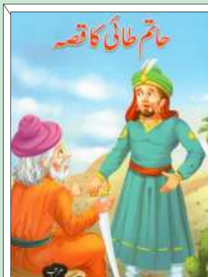

صفحات: 86 ، قیمت: 30 روپے

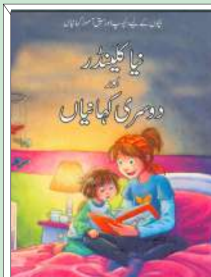

صفحات: 43، قیمت: 15 روپے

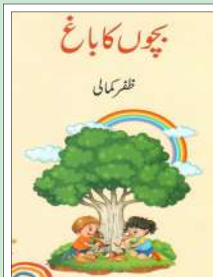

صفحات: 50، قیمت: 20 روپے

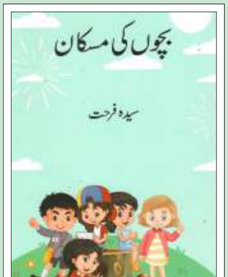

صفحات: 64، قیمت: 25 روپے

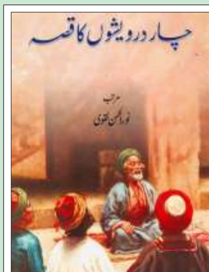

صفحات: 70، قیمت: 30 روپے

صفحات : 22، قیمت: 25 روپے

صفحات: 108، قیمت: 95 روپے

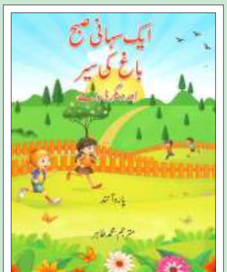

صفحات: 101، قیمت: 35 روپے

خریداری کے لیے رابطہ کریں:

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی–110066

فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.: sales@ncpul.in

Printed and Published by Dr. Md Shams Equbal, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at Makoff Printer, B - 127, Sector 65, Noida, U.P
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.
LPC DELHI,DELHI PSO,DELHI RMS,DELHI-6